۸۹۶ ~~۸۵۳~~

سوانح عمری حضرت زید شہید

سوانح عمری حضرت زید شہید علیہ الرحمہ

محمد نعیم مودودی

مولود

دل

ذوالفقار

مولود تو بسی تہ داماں لئے ہوئے -

نکلے حرم سے صوت قرآں سے خوشی -

ہم اس کی رنگ پھول اجالے مکھوں میں

یہ گل ہیں سا تیمہ رنگ گلستاں کی خوشبو -

سید علی تسلیم

21.2.59

٢٨١
تاريخ

سوانح عمری حضرت زید شہید

یعنی

حالاتِ علم و زہد و اعتقادات و خروج و اسیری و شہادت

و

مختصر واقعات صاحبزادگان

جنابِ زید ابن علیؑ ابن حسینؑ ابن علیؑ

مؤلفہ

مورخ و مناظرِ لاثانی ایس ذاکر حسین صاحب قبلہ جعفری

مصنفِ اتالیق انگریزی و تاریخِ اسلام وغیرہ

جسے

ابوالقلم سید منیر حسن منیر زیدی الواسطی دہلوی

مالک مطبع یوسفی و مدیرِ رسالہ فرات دہلی

نے رجب المرجب ۱۳۳۹ھ مطابق مارچ سنہ ۱۹۲۱ عیسوی میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِنتساب

حضرت زید شہید علیہ الرحمۃ کی اس مقدس سوانح عمری کو جناب نواب
سید مظفر علی خاں صاحب زیدی الواسطی بارھوی رئیس اعظم جانسٹھ
ضلع مظفر نگر کے نام نامی اور اسم گرامی سے منسوب کیا جاتا ہے۔

بحمد اللہ جناب زیدؑ ابن علیؑ ابن حسینؑ ابن علیؑ کی اولادِ امجاد سے
تمام ساداتِ بارہہ میں ہزارہا ساداتِ کرام (اللھم زد فزد)
آباد ہیں۔ اِسی جہت سے وہاں کے راس و رئیس سید مکرم کے نام سے
اس زرّین تصنیف کو معنون کیا جاتا ہے۔

امید ہے کہ ساداتِ کرام کا کوئی گھر اپنے شہید و مظلوم
جد امجد کی اس تصنیف سے خالی نہ رہے گا اور ہمارے پریس کو اسکی
لاکھوں جلدیں طبع کرانے کا فخر حاصل ہوگا۔

یوم بعثت رسول

۲۷ ر

منیر زیدی الواسطی

زید شہید علیہ الرحمۃ

ولادت و ولدیت پدر بزرگوار اس جناب کے امام زین العابدین علیؑ بن الحسینؑ بن علی ابن ابیطالب اور مادرِ گرامی امِ ولد جن کا نام حورار تھا جن کو مختار بن ابوعبید ثقفی نے چھ سو دینار کو خرید کر مع چھ سو اشرفی نقد کے خدمتِ عالی امامؑ میں نذر گزرانا تھا۔

ولادتِ باسعادت بعض کتب میں سنہ ۶۸ ہجری نظر سے گذری ہے اور یہی قرین قیاس بھی ہے۔ کیونکہ مختار کے خروج وعروج کا زمانہ سنہ ۶۶ھ اور سنہ ۶۷ ہجری ہے سنہ ۶۷ھ میں مختار مارے گئے لہذا اس کنیزِ باتمیز کو غالباً سنہ ۶۷ھ میں خدمتِ عالی میں گذرانا ہوگا ابن نما علیہ الرحمہ نے ابوحمزہ ثمالی سے جو حدیث درج کتاب کی ہے (اور جو آیندہ لکھی جائے گی) اس میں صاف لکھا ہے کہ امامؑ نے فرمایا اُسی شب کو میں نے اس کنیز سے مقاربت کی اور وہ زید سے حاملہ ہوئی۔ اس حدیث کے موافق جناب زید کی ولادت قطعی طور پر سنہ ۶۸ھ میں ثابت ہوتی ہے۔ لیکن شبہہ اس سبب سے پیدا ہوتا ہے کہ تمام مورخین نے باستثنائے بعض وقتِ شہادت ماہ صفر جو کہ سنہ ۱۲۱ھ یا سنہ ۱۲۲ھ میں ہوئی زید کی عمر ۴۲ سال کی لکھی ہے۔ اس حساب سے ولادت سنہ ۸۰ یا سنہ ۷۹ھ میں ثابت ہوتی ہے۔ مگر چونکہ ہمارے پاس ابوحمزہ ثمالی سے حدیث صحیح موجود ہے اُس کے مقابلہ میں ہم ضرور یہی کہیں گے کہ مورخین اہلسنت کو زید کی عمر میں مغالطہ ہوا ہے ولادت ثابت

صلوات اللہ علیہا کی سال ولادت اور عمر میں کہ بجائے [illegible] اکثر نے [illegible] سال ان کی عمر لکھی ہے۔

آپ کی والدہ حوُرا ر اگرچہ امّ ولد تھیں مگر نہایت نیک اور پارسا بی بی تھیں اُن کی نسبت آپ کی پھوپھی فاطمہ بنت الحسین نے اپنے صاحبزادے عبداللہ بن حسن مثنی سے بروایت ابن اثیر فرمایا تھا واللہ لنعم دخیلۃ القوم یعنی واللہ وہ ہم میں بڑی نیک اور اچھی بی بی آئی تھی۔

کنیت والقاب

کنیت آپ کی ابوالحسین ہے۔ آپ کو بروایت مقریزی یدالاناد بھی کہتے تھے اور بسبب کثرتِ تلاوتِ کلام اللہ حلیفُ القرآن مشہور تھے۔

فضائل ومناقب

عالم جلیل وفاضل نبیل علی بن عیسیٰ اربلی اپنی کتاب کشف الغمہ میں لکھتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام کے بعد زید اپنے تمام بھائیوں میں افضل اور اعلیٰ تھے۔ بڑے عابد، متقی، پرہیزگار، سخی، فقیہ اور شجاع تھے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور انتقام خونِ حسینؑ کی غرض سے انھوں نے تلوار اٹھائی خالد بن صفوان کہتے ہیں کہ زید خوفِ خدا سے بیقرار ہو ہو کر رویا کرتے تھے۔

بعض شیعوں کا غلط عقیدہ

بہت سے شیعوں نے آپ کو امام مانا ہے اور ان کے اُس اعتقاد کا سبب یہ ہوا ہے کہ جب انھوں نے خروج کیا تو رضائے آلِ محمد کی طرف دعوت کرتے تھے۔

لوگوں نے گمان کیا کہ رضائے آلِ محمد علیہم السلام سے اِن کی مراد اپنی ذات ہے۔ حالانکہ ان کی ہرگز یہ مراد نہ تھی کیونکہ وہ امام محمد باقر علیہ السلام اور اُن کے بعد بموجب وصیت امام جعفر صادق علیہ السلام کو امام مفترض الطاعۃ جانتے اور

امام حسین علیہ السلام تھا۔

اپنی امامت کا انکار

ریاض الشہادۃ میں یحییٰ بن زید بن علی بن الحسین بن علی بن ابیطالب سے مروی ہے کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والدِ ماجد سے دریافت کیا کہ آئمہ کتنے ہیں اور ان کے نام کیا ہیں فرمایا بارہ ہیں اُن میں سے چار امیرالمومنین حسنؑ حسینؑ اور زین العابدین علیہم السلام تو گذر چکے ہیں۔ آٹھ باقی رہ گئے ہیں۔ یعنی میرے بھائی محمدؑ باقر۔ ان کے فرزند جعفر صادق ان کے فرزند موسیٰ کاظم، ان کے بیٹے علی رضا۔ ان کے بیٹے محمد تقی، اُن کے بیٹے محمد نقی ان کے بیٹے حسن عسکری اور پھر حسنؑ عسکری کے بیٹے مہدی علیہ السلام۔ میں نے پوچھا تم اماموں میں سے نہیں ہو۔ فرمایا نہیں میں عترتِ رسول اور ان کے اہل بیت سے ہوں۔ میں نے کہا آپ کو ان کے نام کیسے معلوم ہوئے فرمایا ایک عہد قدیم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہم سے کیا ہے۔

خبر شہادت بزبان رسالت

صحیفۂ سجادیہ اور بصائرُ الدرجات میں متوکل بن ہارون سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں زید کی وفات کے بعد یحییٰ بن زید سے جب وہ خراسان جا رہے تھے ملا میں نے عقل وفضل میں یحییٰ جیسا کسی کو نہ دیکھا۔ میں نے اُن سے اُن کے والد ماجد کا حال دریافت کیا انھوں نے کہا وہ مارے گئے اور کناسۂ کوفہ میں دار پر کھینچے گئے۔ یہ کہکر رونے لگے میں بھی رونے لگا۔ یہاں تک کہ وہ بیہوش ہو گئے۔ جب افاقہ ہوا ہوش میں آئے میں نے دریافت کیا کہ ان کے خروج اور اس طاغی (ہشام) سے قتال کرنے کا کیا باعث ہوا حالانکہ وہ اہل کوفہ کی بیوفائی سے خوب واقف تھے۔ جواب دیا میں نے ان سے پوچھا تھا۔ فرمایا کہ میں نے اپنے والد ماجد سے اور انھوں نے اپنے پدر

کر فرمایا تھا کہ اے حسینؑ تیرے صلب سے ایک مرد پیدا ہوگا کہ اسکا نام زید ہوگا وہ شہید ہوگا اور بروز قیامت لوگوں کی گردنوں پر پاؤں رکھتا ہوا بہشت میں داخل ہوگا پس میں نے چاہا کہ ویسا ہی ہوں جیسا کہ رسولؐ خدا نے فرمایا تھا۔ پھر کہا کہ خدا رحمت کرے میرے باپ پر کہ عبادت گزاروں میں سے تھے۔ راتوں کو بیداری اور عبادت میں بسر کرتے تھے اور دنوں کو روزہ رکھتے اور راہِ خدا میں جہاد کرتے تھے۔ میں نے کہا یا ابن رسول اللہ امام کو ایسا ہی ہونا چاہیے

ادعائے امامت کی نفی

یحییٰ نے کہا اے ابو عبد اللہ (متوکل کی کنیت ہے) میرے والد امام نہ تھے بلکہ ساداتِ کرام اہل بیتِ پیغمبر اور اُن کے اچھوں میں سے تھے راہِ خدا میں جہاد کرنے والے۔ میں نے کہا یا ابن رسول اللہ آپ کے والد نے ادعائے امامت کیا اور راہِ خدا میں جہاد کیا۔ حالانکہ پیغمبرِ خدا نے ایسے شخص کی کمال مذمت کی ہے جو امامت کا جھوٹا دعوےٰ کرے۔

امام ششم کی تصدیق

یحییٰ نے فرمایا اے ابو عبد اللہ زبان روکو۔ میرے والد کی ذات اس سے کہیں اعلیٰ اور ارفع تھی کہ وہ ایسی چیز کا دعوےٰ کرتے جو اُن کا حق نہ تھی۔ بلکہ وہ تو یہ کہتے تھے کہ میں تم لوگوں کو آلِ محمدؐ میں سے سب سے برگزیدہ کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ یعنی ایسے شخص کی طرف جسے خدائے تعالیٰ نے امامت کے لئے برگزیدہ کیا ہے اور ان کا یہ قول پسر عم جعفر صادقؑ کی نسبت تھا۔ میں نے کہا پس اس زمانہ میں جعفر صادقؑ امام ہیں؟ یحییٰ نے کہا ہاں وہ امام ہیں وہی اَعلم بنی ہاشم ہیں۔"

زہد و عبادت

اُے ابو عبد اللہ تم سے اپنے والد کے زہد و عبادت کا

پھر تاں یہاں تک کہ دن تو آپ نماز پڑھتے تھے جتنی خدا چاہے - جو ہی رات ہوتی تھی تھوڑی دیر سو رہتے تھے - پھر اُٹھ کھڑے ہوتے تھے اور وسطِ شب میں نماز پڑھتے اور ایک کوٹھے پر کھڑے ہو کر مشغول دعا و گریہ و تضرع ہوتے تھے آنسو اُن کی آنکھوں سے مثل سَیل کے جاری ہوتے تھے - یہاں تک کہ صبح ہو جاتی اور صبح کی نماز پڑھتے اور چاشت تک کہ سورج بہت اونچا ہو جاتا تعقیبات نماز میں مصروف رہتے - اس کے بعد ایک ساعت کے لئے اپنے امور ضروریہ کے لئے باہر جاتے یہاں تک کہ ظہر کا وقت قریب آجاتا - پھر مصلے پر بیٹھ جاتے اور تسبیح و تحمید خدا تعالیٰ کرتے رہتے - یہاں تک کہ نماز کا وقت داخل ہو جاتا پس نماز ظہر پڑھ کر مشغولِ تعقیب ہوتے - یہاں تک کہ نماز عصر کا وقت ہو جاتا اس وقت عصر کی نماز پڑھتے - نماز پڑھ کر تعقیب میں مصروف ہوتے اور سجدے میں جاتے یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو جاتا اس وقت مغرب و عشا کی نماز پڑھتے" میں نے پوچھا کیا تمام سال روزہ رکھتے تھے - یحییٰ نے کہا نہیں بلکہ تین ماہ رجب شعبان اور رمضان اور ہر مہینہ میں تین روز - میں نے پوچھا کیا دینی مسائل میں لوگوں کو فتوے بھی دیتے تھے - یحییٰ نے جواب دیا یہ مجھے یاد نہیں -

بعد از اں صحیفہ سجادیہ (یعنی صحیفہ کاملہ مجموعۂ ادعیۂ جناب زین العابدینؑ) نکال کر حوالے کیا اور کہا کہ امام جعفر صادقؑ کے حضور میں میرے بنی اعمام کے حوالے کر دینا

جناب زیدؒ کی نسبت حضرت امامِ زین العابدینؑ کو بشارت

ریاض الشہادت میں ابو حمزہ ثمالی سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ہر سال موسم حج میں امام زین العابدینؑ کی زیارت کو جایا کرتا تھا ایک دفعہ جو گیا تو دیکھا کہ ایک لڑکا آپ کے زانو پر بیٹھا ہے - وہ لڑکا اٹھ کر چلا اور

میں فدا ہوں اے فرزند اس سے کہ تجھے کناسہ میں دار پر کھینچیں ہیں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کون سا کناسہ فرمایا کوفہ۔ میں نے عرض کیا یقیناً ایسا ہی ہوگا۔ فرمایا ہاں قسم ہے اس ذات کی جس نے محمدؐ کو بر اسنی مبعوث کیا۔ اگر میرے بعد تو زندہ رہے گا تو دیکھ ہی لے گا کہ یہی لڑکا کوفہ میں مارا گیا اور اس کے جسم کو بعد دفن قبر سے نکال کر کناسہ کوفہ میں دار پر کھینچا ہے اور بعد مدت کے اتار کر جلا دیا ہے اور خاک کو ہوا میں اڑا دیا ہے۔ میں نے کہا فدا ہوں آپ پر نام اس کا کیا ہے فرمایا یہ میرا فرزند زیدؑ ہے۔ اور اشک چشمہائے مبارک سے جاری ہوئے۔ پھر فرمایا میں اس بچہ کی نقل تم سے بیان کرتا ہوں ایک شب اثنائے رکوع وسجود میں مجھے نیند آگئی خواب میں دیکھا کہ گویا بہشت میں ہوں اور رسولِ خدا اور امیر المومنینؑ اور فاطمہؑ اور حسنؑ اور حسینؑ نے ایک حوریہ کا مجھ سے نکاح کیا ہے میں نے اس سے مقاربت کر کے سدرۃ المنتہیٰ میں غسل کیا ہے۔ اتنے میں ایک ہاتف نے آواز دی تمھیں زید مبارک ہو۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔"

مختار ثقفی کا جناب حوریہ کو خدمت امام علیہ السلام میں نذر کرنا

نماز صبح پڑھ کر فارغ ہوا تھا کہ ایک شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ دروازہ کھولا تو دیکھا کہ ایک مرد ہے اور اس کے ساتھ ایک جاریہ مقنعہ سر پر ڈالے ہوئے ہے۔ میں نے کہا کیا مطلب ہے۔ کہا علی ابن الحسینؑ سے کام ہے۔ میں نے پوچھا کیا کام ہے علی ابن الحسین میں ہی ہوں۔ کہا میں مختار بن ابو عبید کا آدمی ہوں اس نے آپ کو سلام عرض کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ جاریہ

کہا ہے کہ انھوں نے ایک جماعتِ صحابہ کو دیکھا ہے۔

جنابِ زید سے تبرا کرنے والوں پر تبرا

کسی نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا کہ کہ رافضی آپ کے چچا زید سے تبرا کرتے ہیں آپ نے فرمایا جو میرے چچا زید سے تبرا کرے خداوند عالم اس سے بیزاری کرے واللہ وہ ہم میں سے قاری تر کتاب خدا کے۔ فقیہ تر دینِ خدا میں اور زیادہ تر صلۂ رحم بجالانے والے تھے۔

زید کے فضائل علماء اہل سنت کی زبانی

ابو اسحٰق سبیعی کہتا ہے کہ میں نے زید بن علی کو دیکھا تو ان کے کنبے میں ان کا مثل نہ پایا وہ سب سے زیادہ عالم اور افضل اور فصیح تھے اور زہد اور بیان میں سب سے زیادہ تھے۔ امام شعبی کہتے ہیں کہ عورتوں نے زید بن علیؑ سے زیادہ افضل وافقہ واشجع وازہد نہیں جنا۔

ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ میں نے زید بن علی کو بھی دیکھا اور ان کے خاندان والوں کو بھی میں نے ان کے زمانہ میں کسی کو ان سے زیادہ فقیہ اور سریع الجواب نہ پایا۔ بسبب کثرت تلاوۃ کے حلیف القرآن مشہور تھے۔

عاصم بن عبید اللہ بن عمر بن الخطاب نے زید کی شہادت کا حال سنکر کہا کہ تم لوگوں میں وہ شخص مبتلائے مصیبت ہوا کہ نہ تمھارے زمانہ میں اسکا مثل ہوا اور میرے خیال میں بعد میں ایسا ہو گا۔ یعنی زید بن علی۔ میں نے زید کو اس حالت میں دیکھا کہ وہ نو عمر لڑکے ہی تھے کہ جب وہ عذابِ خدا کا ذرا بھی ذکر سن پاتے تو انھیں ایسا غش آجاتا تھا کہ دیکھنے والوں کو معلوم ہوتا تھا کہ مر گئے اب دنیا کی طرف عود نہ کریں گے ان کی انگشتری کا نقش یہ تھا اُصبر تؤجر اصدق تنجی" صبر کر اجر پائے گا صداقت

[illegible] تہذیب میں لکھا ہے کہ فرقۂ زیدیہ آپ ہی کی طرف منسوب ہیں۔ روضۃ الشہدا میں ہے کہ مناقب و فضائل آپ کے حدِ حساب سے باہر ہیں۔

ابن صباغ مالکی نے فصول المہمہ میں لکھا ہے کہ زید دیندار، شجاع، متقی اور پرہیزگار تھے وہ احسنِ بنی ہاشم تھے عبادت میں اور بزرگ تر تھے از روئے سیادت کے۔

فضائل زید علمائے شیعہ کی زبانی

خلاصہ یہ کہ زید شیعہ اور سنی دونوں میں ممدوح اور عظیم المرتبہ ہیں۔ شیعوں میں اغلب احادیث معتبرہ ان کی جلالتِ قدر پر دلالت کرتی ہیں۔ علمائے شیعہ کا بھی اُن کی جلالتِ قدر پر اتفاق ہے۔ بعض احادیث جو طعن و خلاف میں پائی جاتی ہیں۔ ان کو علاوہ عدم صحت کے تقیہ پر محمول کیا جاتا ہے۔

کتب معتبرہ اور روایاتِ معتمدہ سے ایسا ہی ثابت ہوتا ہے کہ زید شیعہ راسخ العقیدہ تھے اور دیگر شیعیانِ امامیہ کی طرح اپنے آباءِ طاہرین اور بقیہ آئمہ دوازدہ گانہ کی امامت کا صدقِ دل سے اعتقاد رکھتے تھے۔

آپ کا عقیدہ امام پنجم و ششم کی نسبت

اپنے زمانہ میں امام محمد باقرؑ کو اور ان کے بعد امام جعفرؑ صادق کو امام مفترض الطاعۃ جانتے تھے۔ امام جعفرؑ صادق بھی ان کو دوست رکھتے تھے اور بلقبِ محترم یا عم خطاب فرماتے تھے۔ زید کا قول تھا کہ ہم اہلبیت سے ہر زمانہ میں ایک شخص خلقت پر حجتِ خدا ہوتا ہے۔ اس زمانہ کے حجتِ خدا جعفر صادق ہیں جو ان کی پیروی کرے گا فلاح پائے گا ان کا مخالف تباہ و گمراہ ہوگا۔

ایک دفعہ زید نے کلیب بن سورہ سے پوچھا تمکو کیونکر دریافت ہوا کہ اس وقت امام جعفرؑ صادق ہیں۔ عرض کی کہ ہم لوگ آپ کے برادر بزرگوار محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور مشکلات مسائل [illegible] تحقیق کرتے تو وہ کمال علم و معرفت [illegible]

کوئی شخص ... اور ... ہماری یقین ... کہ ان کے جدّ ہم اہلبیت میں یہ
علم و معرفت سوائے جعفر صادقؑ کے کسی میں نہ پایا گیا۔ اس سے ہم نے جانا کہ وہی حضرت امام انام و حجت خدا ہیں زید نے ہنس کر کہا کہ واقعی کتب علوم کہ علی علیہ السلام سے باقی رہیں اُنھیں کے پاس ہیں۔

جہاد اور علم کی ترتیب نیز مروی ہے کہ قریب زمان خروج زید بر ملا کہتے تھے الا من اراد الجہاد فالی و من اراد العلم فالی ابن اخی جعفر بن محمدؑ کہ جس کا ارادہ جہاد کرنے کا ہو میرے پاس آئے اور جس کو علم حاصل کرنا ہو وہ میرے برادرزادہ جعفر صادقؑ کے پاس جائے۔

ان سب باتوں سے اور جو شروع میں لکھی گئیں ظاہر ہے کہ زید کے حسن اعتقاد میں سر مُو فرق نہ تھا۔ وہ کبھی اپنے لئے مدعی امامت نہیں ہوئے اور بالیقین جانتے تھے کہ امام زمان جعفر صادقؑ ہیں۔ مگر وہ تلوار لیکر جہاد اعدائے دین کے لئے کھڑے ہوگئے۔ جناب صادقؑ مامور بجہاد اہل عناد نہ تھے خاموش بیٹھے رہے تو بعض شیعوں کو یہ شبہہ ہوا کہ زید امام ہیں اس میں زید کی کچھ خطا نہیں اور اُن کے اعتقاد میں اس سے کوئی خلل نہیں ہوسکتا۔

زید اور امام جعفر صادق کی گفتگو جہاد کی نسبت مناقب ابن شہر آشوب میں ہے کہ زیدؒ ایک بار حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خلوت میں دیر تک باتیں کرتے رہے راوی کہتا ہے کہ اثنائے گفتگو میں آوازیں بلند ہوئیں ہم نے زید کو کہتے ہوئے سنا کہ اے جعفر ان باتوں کو جانے دو اور ہاتھ بڑھاؤ کہ تم سے بیعت کروں۔ پھر ہم سب چل کر دین اسلام کے دشمنوں پر جہاد کریں۔ بہ تحقیق کہ تم جہاد کو چھوڑ بیٹھے اور راحت و آرام میں پڑ گئے۔ شرق و غرب عالم سے تمہارے پاس مال آتا ہے بیٹھے کھاتے ہو۔ حضرت صادق نے جواب

... میں لکھا ہے کہ فرقۂ زیدیہ آپ ہی کی طرف منسوب ہیں۔ روضۃ الشہدا میں ہے کہ مناقب و فضائل آپ کے حد حساب سے باہر ہیں۔

ابن صباغ مالکی نے فصول المہمہ میں لکھا ہے کہ زید دیندار، شجاع، متقی اور پرہیزگار تھے وہ احسنِ بنی ہاشم تھے عبادت میں اور بزرگ تر تھے از روئے سیادت کے۔

فضائل زید علمائے شیعہ کی زبانی

خلاصہ یہ کہ زید شیعہ اور سنی دونوں میں ممدوح اور عظیم المرتبہ ہیں۔ شیعوں میں اغلب احادیث معتبرہ ان کی جلالتِ قدر پر دلالت کرتی ہیں۔ علمائے شیعہ کا بھی اُن کی جلالتِ مرتبت پر اتفاق ہے۔ بعض احادیث جو طعن و خلاف میں پائی جاتی ہیں۔ ان کو علاوہ عدم صحت کے تقیہ پر محمول کیا جاتا ہے۔

کتب معتبرہ اور روایاتِ معتمدہ سے ایسا ہی ثابت ہوتا ہے کہ زید شیعہ راسخ العقیدہ تھے اور دیگر شیعیانِ امامیہ کی طرح اپنے آبائے طاہرین اور بقیہ آئمہ دوازدہ گانہ کی امامت کا صدقِ دل سے اعتقاد رکھتے تھے۔

آپ کا عقیدہ امام پنجم و ششم کی نسبت

اپنے زمانہ میں امام محمد باقرؑ کو اور ان کے بعد امام جعفرؑ صادق کو امام مفترض الطاعۃ جانتے تھے۔ امام جعفرؑ صادق بھی ان کو دوست رکھتے تھے اور بلقبِ محترم یا عم خطاب فرماتے تھے۔ زید کا قول تھا کہ ہم اہلبیت سے ہر زمانہ میں ایک شخص خلقت پر حجتِ خدا ہوتا ہے۔ اس زمانہ کے حجتِ خدا جعفر صادق ہیں جو ان کی پیروی کرے گا فلاح پائے گا ان کا مخالف تباہ و گمراہ ہوگا۔

ایک دفعہ زید نے کلیب بن سورہ سے پوچھا تمکو کیونکر دریافت ہوا کہ اس وقت امام جعفرؑ صادق ہیں۔ عرض کی کہ ہم لوگ آپ کے برادر بزرگوار محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور مشکلات مسائل ... سے تحقیق کرتے تو وہ کمال علم و معرفت سے جب

میں فرمایا رحمک اللہ یاعم یغفر لک اللہ یاعم (اے چچا اللہ تم پر رحم کرے اور تمھاری نصرت فرمائے) زید نے کہا میں کل صبح سویرے پھر آؤں گا اور ہماری وعدہ گاہ صبح ہے۔ غرض زید اُٹھ کر چلے گئے بعض اصحاب ان کے مقدمہ میں کچھ گفتگو کرنے لگے حضرت نے ان کو منع فرمایا اور کہا میرے عمو کے حق میں خیر و خوبی کے سوا کچھ نہ کہو وہ اگر فتح پائیں گے تو ضرور اپنا اقرار پورا کریں گے۔ صبح ہوئی تو دروازہ کھڑکا زید اندر آئے حالانکہ وہ ڈاڑھیں مار مار کر رو رہے تھے اور کہتے تھے کہ رحم کرو مجھ پر اے جعفر خدا تم پر رحم کرے اور راضی ہو مجھ سے اور بخشدو تم میرا قصور کہ خدا تم سے راضی ہو اور تمھیں بخشدے۔ حضرت نے فرمایا رحمک اللہ وعفولک ورضی عنک بات تو کہو اے چچا۔

جناب زید کا خواب اور پشیمانی

زید نے کہا میں جو تمھاری پاس سے گیا اور رات کو سویا تو دیکھا میں نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے ہیں۔ علیؑ ان کے آگے آگے حسنؑ و حسینؑ داہنے بائیں اور فاطمہ زہراؑ پس پشت ہیں اور آپ کے ہاتھ میں ایک حربہ ہے کہ شعلہ ہائے آتش اُس سے بلند ہیں اور فرماتے ہیں اے زید تو نے جعفرؑ کے مقدمہ میں ہمکو ایذا دی۔ قسم بخدا کہ اگر وہ تجھ کو عفو نہ کرے گا اور تجھ سے راضی نہ ہوگا تو یہی حربہ کہ میرے ہاتھ میں ہے تیرے ماروں گا۔ پس میں گھبرا کر بیدار ہوا اور تمھارے پاس دوڑا آیا ہوں۔ رحم کرو مجھ پر خدا تم پر رحم کرے حضرت نے فرمایا رضی اللہ عنک وعفر لک خدا تم سے راضی ہو اور تم کو بخشدے۔ پھر فرمایا:-

امام جعفر صادقؑ کی ضمناً اجازت جہاد

تم بیشک مارے جاؤ گے اور تمھاری لاش کو دار پر کھینچیں گے پھر آگ میں جلائیں گے۔ پس وصیت کرو مجھکو اگر کچھ

سببِ خروجِ جنابِ زید

سب جانتے ہیں کہ بنی امیہ کو بنی ہاشم کے ساتھ کس قدر دشمنی تھی۔ بیچارے سادات اپنی کمزوری اور افلاس کی وجہ سے ان کے مظالم کا جواب دے نہیں سکتے تھے۔ امام حسین علیہ السلام کے بعد۔ آئمہ معصومین علیہم السلام نے اسی وجہ سے ان کی طرف سے قطعی علیحدگی پسند فرمائی (دوسرے مامور بہ جہاد بھی نہ تھے) ملکی معاملات سے جہاں تک ممکن ہوا کشکشی اختیار کی اور اپنی مقدس جانوں کو ہلاکت سے بچاتے رہے اور اسی کو غنیمت سمجھا کیے کہ اس طرح کم سے کم کچھ نہ کچھ ہدایتِ خلق کا موقع ملتا رہے گا۔

ان ذواتِ مقدسہ نے سکوت اور احتیاط کا وہی مسلک اختیار کر لیا تھا۔ جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جناب امیرؑ نے خدا کی مصلحت اور رسولؐ کی وصیت کے مطابق ۲۵-۲۶ سال تک اختیار فرمایا تھا اور جناب امام زین العابدینؑ اور جناب امام محمد باقر علیہم السلام کا تمام زمانہ اسی مسلک پر گذرا اور جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام نے بھی مادام الحیات یہی طریقہ اختیار کیا۔ مگر زید امام تو نہ تھے ان کو بنی امیہ کے گذشتہ اور موجودہ مظالم پر تحمل نہ ہو سکا۔

ابتدا سے اپنے جدِ بزرگوار جناب امام حسین علیہ السلام کے واقعۂ شہادت کو یاد کر کے ہمیشہ غمگین و ملول اور ہمیشہ اسی فکر میں رہتے تھے کہ کسی طرح ظلمۂ بنی امیہ سے اس مظلوم کے خون کا انتقام لیں۔ نیز وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں بھی خاص اہتمام رکھتے تھے۔ بنی امیہ کے عاملوں کے ظلم و زور و فسق و فجور کو نہ دیکھ سکتے تھے۔ چاہتے تھے کہ ان کا نشان صفحہ ہستی سے مٹ جائے[1]

---

[1] یہ جو مشہور ہے اور تفسیر کبیر اور صواعقِ محرقہ اور صاحبِ نامۂ دانشوران نے بھی آنکھیں بند کر کے لکھ دیا اور ہمارے ایک شیعہ مجاہد نے بھی مجبور [illegible] فصل الخطاب کے حوالے سے اپنی بعض کتب

اندیش بادشاہ ہشام نے بلاقصور مدینہ سے پکڑوا بلا کر حد درجہ کی توہین کر کے برانگیختہ نہ کر لیا بات یہ ہوئی کہ ایک دفعہ زیدؒ ہشام کے عامل عراق خالد قسری سے ملنے عراق گئے تھے۔ داؤد بن علی بن عبداللہ بن عباس اور محمد بن عمر بن علی مرتضیٰ بھی ان کے ساتھ تھے۔ خالد نے ان کو بہت کچھ نقد وجنس دیا نہایت اکرام وانعام سے پیش آیا۔ یہ وہ رقمیں لیکر مدینہ واپس چلے آئے۔ جب خالد عراق کی امارت سے معزول ہوا اور یوسف بن عمر اس کی جگہ عراق کا عامل مقرر ہوا اس نے ہشام کو لکھا کہ خالد نے زید سے ایک زمین دس ہزار درہم کو خریدی تھی روپیہ ادا کرنے کے بعد زمین بھی زید ہی کو ہبہ کر دی۔ ہشام نے اپنے عامل مدینہ کو لکھا کہ زید اور داؤد اور محمد کو ہمارے پاس دمشق روانہ کر دو۔ پہنچے تو ہشام نے اس معاملہ کی تحقیقات کی ان تینوں نے قسم کھائی

میں لکھدیا اور تحفہ عبدالعزیز دہلوی میں لکھا ہے کہ زید بن علی کی امامت کے ابوحنیفہ قائل تھے اور اُن کے خروج کو اس وقت کے ظالم حکام پر جائز قرار دیتے تھے اور انکی مدد اور شراکت کو واجب بتاتے تھے پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچا۔ اس قصہ کی ابتدا صرف کشاف - زمخشری سے ہوئی ہے جس نے لاینال عہد الظالمین کی تفسیر میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کو فی مخفی طور پر لوگوں کو فتوے دیتے تھے کہ زید بن علی کی مدد کرنا چاہیے اور مال اُن کو دینا چاہیے اور لڑائی میں متغلب چوروں مثل منصور دوانقی اور ویسے ہی لوگوں کے مقابل اُن کا ساتھ دینا چاہیے۔

زمخشری کو اس موقع پر مغالطہ ہوا ہے۔ ہاں بیشک ابراہیم کے بارے میں جنہوں نے منصور دوانقی کے عہد میں بصرہ میں خروج کیا تھا معتبر مورخین نے امام ابوحنیفہ کے اسی مضمون کے فتوے کو نقل کیا ہے۔ ہماری تائید خود کشاف کی عبارت سے ہوتی ہے۔ کیونکہ اُس میں صاف منصور متغلب کا نام لکھا ہوا ہے۔

منصور سنہ ۱۳۶ ہجری کے آخر میں تخت سلطنت پر بیٹھا ہے اور زید رحمۃ اللہ علیہ سنہ ۱۲۱ یا ۱۲۲ ہجری کے شروع میں ۱۴ یا ۱۵ برس پہلے منصور کی تخت نشینی سے شہید ہو چکے تھے۔ اور منصور کی تو درکنار عباسیوں کی خلافت کا نشان بلکہ گمان بھی نہ تھا۔

کہ سوائے اس جائزے کے جو ہم نے خالد سے لیا ہے کوئی اور صورت واقع نہیں ہوئی
ہشام نے ان لوگوں کی قسم کو مان لیا مگر یہ کہا کہ عراق میں یوسف بن عمر کے پاس جا کر
یوسف اور خالد کے روبرو اس معاملہ میں گفتگو کرو - ان لوگوں نے یوسف کے ظلم سے
خوف کر کے اُس کے پاس جانے میں عذر کیا مگر ہشام نہ مانا اور اُن کو جبرًا یوسف کے
پاس بھیجدیا - مگر یہاں بھی ان پر کچھ ثابت نہوا اور اجازت پاکر مدینہ واپس آئے

کوفیوں کا پیغامِ طلب

قادسیہ میں پہنچے تو کوفیوں کے نامے زید کو پہنچے کہ کوفہ
تشریف لائیے تاکہ ہم آپ کو اپنا حاکم بنائیں - اس پر
زیدؒ نے کوفہ کا عزم کیا - ہر چند یاروں نے روکا نہ مانے -

جنابِ زیدؒ، داؤد ابن علیؒ اور محمد ابن عمر پر بہتان

اور ایک روایت یہ ہے کہ جب یوسف ابن عمر
خالد بن عبداللہ قسری اور اس کے بیٹے یزید کو پکڑ
کر مطالبہ کر رہا تھا یزید بن خالد نے دعوے کیا کہ
زید بن علی اور داؤد بن علی اور محمد بن عمر کے پاس میرا کچھ مال امانت ہے ہشام کو
جب یوسف کی تحریر سے یہ معلوم ہوا تو اُس نے اُن لوگوں کو مدینے سے طلب کر کے
اس معاملہ کی تحقیقات کی ان لوگوں نے انکار کیا تو ہشام نے کہا کہ یوسف بن عمر
کے پاس جاؤ وہ اس قضیہ کی تحقیقات کرے گا - ان لوگوں نے عذر کیا کہ یوسف
ہم پر ظلم کرے گا - مگر ہشام نے مجبور کیا تو زیدؒ نے کہا کہ اب مجھے یقین نہیں کہ ہم تم
زندہ ملیں - ہشام نے کہا کچھ بھی ہو جانا پڑے گا اور یوسف کو لکھدیا کہ میں فلاں
فلاں کو تیرے پاس بھیجتا ہوں اُن کو یزید بن خالد کے سامنے کر اگر اقرار کریں
تو میرے پاس بھیجدیجیو اور اگر انکار کریں تو یزید سے حجت اور گواہ طلب کیجیو -
اگر یزید گواہ نہ دے سکے تو ان لوگوں کو قسم دیجیو اگر یہ قسم کھالیں تو اِن کو چھوڑ
دیجیو

کو قید خانہ سے نکلوا کر ان لوگوں کے سامنے بلوایا۔ اس نے سر مجلس کہدیا کہ میرا ان لوگوں سے کوئی معاملہ نہیں ہے۔ میں نے تو یہ باتیں شکنجہ اور تعذیب سے بچنے کے واسطے کی تھیں۔ میں جانتا تھا کہ ان کے آنے سے پہلے میری رہائی ہو جائے گی۔ یوسف نے غضبناک ہو کر کہا مجھ سے اور امیر شام سے مسخرا پن کرتا ہے اور حکمدیا کہ یزید کو زندان میں لیجا کر عقوبت کریں۔ پھر اسے اتنی عقوبت دیگئی کہ نیم جان سی پذیر ہو گیا اسکے بعد زید اور انکے ہمراہیوں کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک پیش آیا سب سے زیادہ زید کے ساتھ احسان کیا یہ تینوں کچھ دنوں کوفہ میں متوقف رہے اور انکے ساتھ جو کچھ اور لوگ تھے وہ مدینہ واپس

واقعۂ جناب مسلمؑ سے مشابہت

اب کوفیوں نے پھر فتنہ پردازی شروع کی اُن کے پاس آمد و رفت جاری کر دی اور کہنا شروع کیا کہ خلافت ارث و استحقاق کے رُو سے آپ کا حق ہے۔ اب دیر نہ کیجئے ہم سب آپ کے مطیع و فرماں بردار ہیں۔ زید اگرچہ جانتے تھے کہ انکے آبا و اجداد کے ساتھ کیا کیا معاملہ پیش آچکا ہے۔ اہل مکر و غدر کی بات پر فریفتہ ہو گئے اور اپنی بیعت کی دعوت دینے لگے اور بقول اکثر مورخین چالیس ہزار آدمیوں نے اُن کی بیعت کرلی۔ ان میں بروایت ابو مخنف ۱۵ ہزار کوفی اور باقی مداین و بصرہ و واسط و موصل و خراسان و رَے و جرجان و الجزیرہ کے لوگ تھے۔

بعض نے زید کی مخالفت کا یہ سبب لکھا ہے اور ہمارے خیال میں زیادہ صحیح بھی ہے کیونکہ اکثر کتب میں ایسا ہی پایا گیا ہے کہ زید اپنے ابن عم جعفر بن حسن بن حسنؑ بن علی سے حضرت علیؑ کی کسی صحیفہ کے بارے میں مخاصمت کر رہے تھے۔

زید بن الحسین کی طرف سے اور جعفر بن الحسن کی طرف سے پیروکار تھے دونوں سخت کوشش کر رہے تھے۔ باوجود اس کے ان میں کسی قسم کی رد و بدل اور بد کلامی نہ ہوتی تھی

زیداور عبداللہ کا مکالمہ

ایک دن خالد بن عبدالملک بن حرث عامل مدینہ کے سامنے جس کی عدالت میں مقدمہ دائر تھا ان دونوں میں رد و بدل ہو گئی۔ عبداللہ نے زیدؒ پر زیادتی کی اور سندیہ کنیز کا بیٹا کہکر خطاب کیا۔ زیدؒ ہنسنے لگے اور کہا اسمٰعیل بھی کنیز کے بیٹے تھے۔ مگر اس کنیز نے اپنے آقا کے مرنے کے بعد صبر کیا اور دوسرے کی ماں سے صبر نہ ہو سکا۔ یہ تعریض بھی عبداللہ بن حسن کی والدہ فاطمہ بنت الحسینؑ پر کہ انھوں نے حسن مثنیٰ کے بعد دوسرا نکاح کر لیا تھا۔ کہنے تو کہدیا مگر خود ہی شرمندہ ہوئے۔ (کیونکہ فاطمہ بنت الحسینؑ زیدؒ کی پھپھی تھیں) یہاں تک کہ مارے شرمندگی کے ایک عرصہ تک اپنی پھپھی کو منہ نہ دکھایا

جناب حورا کی فضیلت فاطمہ بنت الحسین کی زبانی

آخر فاطمہ نے خود ہی کہلا بھیجا کہ اے میرے بھتیجے میں خوب جانتی ہوں کہ جیسی عبداللہ کی ماں کی منزلت عبداللہ کے نزدیک ہے ویسی ہی تیری ماں کی تیرے نزدیک ہے اور عبداللہ سے کہا تو نے زیدؒ کی شان میں بہت بڑی بات کہی۔ قسم خدا کی وہ تو بڑی نیک بی بی ہم میں آئی تھی۔ غرض خالد نے اسی روز ان دونوں سے کہا کہ میرے پاس کل آنا۔ میں عبدالملک کا بیٹا نہیں جو کل تم دونوں کا فیصلہ نہ چکا دوں اس دن رات کو لوگوں میں یہی چرچا رہا کہ عبداللہ نے یہ کہا اور زید نے یہ کہا۔ بعض ان باتوں سے خوش اور بعض غمگین ہوتے تھے۔

خالد کی ظالمانہ عدالت میں جناب زیدؒ کی توہین

صبح ہوئی تو خالد مسجد میں آبیٹھا لوگوں کو جمع کیا اور زید اور عبداللہ کے بلانے کو آدمی بھیجا اور وہ پسند کرتا تھا کہ وہ ایک دوسرے کو برا بھلا کہیں۔ پس عبداللہ

کے سامنے مقدمہ لیجانے سے زید کو اپنے دعوے سے دست بردار ہو جانا زیادہ گوارا ہے۔ اس کے بعد زید خالد کے پاس آئے اور کہا کہ تو ذریت رسولؐ کو ایسے امر کے لئے جمع کرتا ہے جس کے لئے ابوبکر و عمر نے بھی جمع نہ کیا تھا۔ خالد نے کہا کوئی ہے جو اس احمق کو جواب دے۔ پس عمرو بن خرم کی نسل سے ایک انصاری نے کہا اے ابن ابوتراب اے حسینؑ سفیہ کے بیٹے تو حاکم کے حق اور طاعۃ کو نہیں پہچانتا۔ کیسی گستاخی کرتا ہے زیدؒ نے کہا اے قبطانی چپ رہ۔ ہم تجھ جیسے کو کیا جواب دیں ہم تیرے منہ نہیں لگتے۔ انصاری بولا مجھ سے کیا سمجھ کر نفرت کرتے ہو۔ کیونکہ قسم خدا کی میں تم سے بہتر ہوں میرا باپ تمھارے باپ سے اور میری ماں تمھاری ماں سے بہتر ہے۔ زید ہنسنے لگے اور کہا اے قریش دین تو گیا ہی تھا حسب بھی جانے لگے حالانکہ قسم خدا کی دین تو جاتا رہتا ہے مگر حسب نہیں جایا کرتا۔ اُس وقت عبداللہ بن واقد بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب بولے۔ اے قبطانی تو جھوٹا ہے کیونکہ زیدؒ اپنی ذات اور باپ اور ماں کی طرف سے تجھ سے بہتر اور افضل ہیں۔ اور اُس انصاری کو بہت بُرا بھلا کہا۔ پھر کنکریوں کی مٹھی اُٹھا کر زمین پر ماری اور کہا کہ ہم ایسی باتوں پر صبر نہیں کر سکتے۔

جنابِ زیدؒ کا سفر وقیامِ دمشق

القصہ زید ان تمام واقعات کے مُرافعہ کی غرض سے ہشام کے پاس دمشق گئے۔ ہشام نے بارباب نہ کیا۔ یہ دمشق میں ایک مقام پر مقیم رہے۔ جب بھی باریابی کی درخواست کرتے طرح طرح کے قصے لکھ کر ٹال دیتا اور آخر میں ہر دفعہ یہی کہتا کہ مدینہ واپس جاؤ اور خالد عاملِ مدینہ کے پاس اپنی روداد پیش کرو۔ زید جواب میں لکھتے کہ میں خالد کے پاس تو کبھی نہیں جاؤں گا۔

آخر بہت دنوں کے بعد ہشام نے آپ کو باریابی کی اجازت دی۔ مگر جس دن زید کو طلب کیا

تو اُسے میرے قریب جگہ نہ دینا اور اپنے ایک خادم کو حکم دیا کہ جب داخل دار الامارہ ہوں اس طرح زیدؑ کے پیچھے آئے کہ زیدؑ نہ دیکھیں اور سنتا رہے کہ وہ کیا کہتے آتے ہیں

دربار ہشام میں آپ کی توہین

غرض زید گئے۔ دربار ہشام تک پہنچنے میں بہت سی سیڑھیوں پر چڑھنا پڑتا تھا۔ پس زید نے سیڑھیوں پر چڑھنا شروع کیا اور بوجہ جسیم ہونے اور مارے تکان کے بعض سیڑھیوں پر ٹھیر ٹھیر جاتے تھے۔ پس خادم نے جو ساتھ لگایا گیا تھا۔ زیدؑ کو یہ کہتے سنا کہ جو دنیا سے محبت کرتا ہے وہ ذلیل ہی ہوتا ہے۔ آخر زینہ طے کر کے دربار میں پہنچے مجلس کی یہ صورت دیکھ کر برافروختہ ہوئے۔ مگر کیا کر سکتے تھے صبر کیا۔ دور ہی سے ہشام سے باتیں ہوئیں۔ کسی بات پر قسم کھانے کی ضرورت پڑی۔ قسم کھائی۔ ہشام نے کہا مجھ تمھاری قسم کا اعتبار نہیں۔ زیدؑ نے کہا اے ہشام خدا سے ڈر۔ تقویٰ اور پرہیزگاری کو اپنا شعار بنا ہشام نے کہا کہ تم ہی ہو جو برتری کا خیال خام پکاتے ہو اور اپنے کو اہل و لائق خلافت تجویز کرتے ہو۔ حالانکہ قبائے خلافت تمھارے بدن پر درست نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ تم ایک کنیز زادے ہو۔ جناب زیدؑ نے برجستہ اس کا جواب دیا کہ حضرت اسمٰعیل جناب ہاجرہ کے شکم سے پیدا ہوئے کنیز زادے تھے۔ باوجود اس کے نبوت جیسے جلیل القدر منصب پر فائز ہوئے۔ حضرت ختم المرسلینؐ ان ہی کی نسل سے ہیں۔ جب کنیز زادگی اُن کو مانع نبوت نہوئی تو مجھ کو مانع خلافت کیونکر ہو سکتی ہے۔ نیز جس کا نانا محمد مصطفیٰؐ اور دادا علی مرتضیٰؑ ہو اُسے کنیز زادگی سے کیا نقصان پہنچ سکتا ہے۔ ہشام یہ سن کر آگ بگولا ہو گیا اور اپنے سرہنگ کو پکار کر کہا کہ دیکھو اب یہ شخص میرے لشکر میں نہ دکھائی دے۔

عزم جہاد

پس زید وہاں سے یہ کہتے ہوئے نکلے ما احب الحیوٰۃ احد الا ذل

جس نے تلوار کھینچنے سے کراہت کی وہ ذلیل ہوا - یا یہ کہتے ہوئے نکلے کہ اب ایسے مقام پر پہنچا ہوں کہ تجھ کو ناگوار ہوگا - بروایت مسعودی چند اشعار پڑھتے ہوئے نکلے جن کا مطلب یہ ہے کہ مجھکو توہین کرکے اور ڈرا دھمکا کر نکالا گیا ہے - پھر مجھ جیسے شخص کے لئے موت ہی میں راحت ہے اور مرنا تو ایک دن ضرور ہے - اگر خدا نے ہمکو قدرت عطا فرمائی تو دشمنوں کے آثار مثلِ خاکستر کرکے چھوڑیں گے -

کوفہ اور بصرہ میں اقامت اور روپوشی

القصہ زید یہ خیالات لئے ہوئے دمشق سے کوفہ میں آئے - اور روپوشی میں بسر کرنے لگے - کبھی کسی کے مکان میں کبھی کسی کے مکان میں - یہاں انھوں نے دو نکاح بھی کرلئے تھے - ایک یعقوب بن عبداللہ سلمی کی بیٹی سے - اور دوسرا عبداللہ بن ابی العبسی ازدی کی بیٹی سے - پس زید کوفہ میں کبھی اس بیوی کے گھر کبھی اس بیوی کے گھر کبھی بنی عبس میں - کبھی بنی ہند - اور کبھی بنی تغلب و عنزہ میں بسر کرتے تھے - زیدؒ عراق میں کل ۱۷ ماہ رہے دو ماہ بصرے میں اور ۱۵ ماہ کوفہ میں -

امورِ حقہ کے لئے بیعت کا سوال

پس شیعہ ان کے پاس آکر بیعت کرنے لگے - بیعت کرنیوالوں میں سے سربرآوردہ یہ تھے - سلمہ بن کہیل - نصر بن خزیمہ عبسی معاویہ ابن اسحاق بن زید بن حارثہ انصاری - مضمون بیعت یہ تھا کہ ہم تم کو کتاب خدا اور سنت رسول اللہ اور ظالموں سے جہاد کرنے اور کمزوروں سے دفع مظالم اور محروموں کا حق دلوانے اور فَے کو اس کے مستحقین پر مساوی تقسیم کرنے - اور مظلوموں کے رد کرنے اور اہل البیت کی نصرت کرنے پر دعوت دیتے ہیں آیا اس امر پر بیعت کرتے ہو - جب وہ کہتے ہاں تو زید اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ پر رکھ دیتے اور فرماتے تجھ پر خدا کا عہد و میثاق و ذمہ اور رسول اللہ صلعم کا ذمہ.

خیر خواہی کرے پس جب وہ اسے منظور کر لیتا تو اپنا ہاتھ اسکے ہاتھ سے چھوا دیتے اور کہتے بارالہا گواہ رہیو۔

خروج کا اعلان

پس چالیس ہزار آدمیوں نے جن میں بروایت ابو مخنف ۱۵ ہزار صرف اہل کوفہ تھے زید کی بیعت کر لی۔ پس زید نے اپنی صحاب کو حکم دیا کہ خروج کا سامان مہیا کر لیں۔ اور اب لوگوں میں زید کا معاملہ شائع ہو گیا لیکن جن لوگوں کا یہ قول ہے کہ زیدؒ کو ہشام نے خالد کے مواجہ کے واسطے یوسف بن عمر کے پاس عراق بھیجا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ زید ظاہر کوفہ میں رہتے تھے اور اُن کے ساتھ داؤد بن علی بن عبید اللہ بن عباس تھے۔ شیعہ زیدؒ کے پاس آمد و رفت کرنے لگے اور اُن کو خروج کی صلاح دی اور کہا کہ ہمیں امید ہے کہ تم مظفر و منصور ہو گے۔ بنی امیہ کی ہلاکت کا زمانہ آگیا ہے۔ پس زیدؒ نے کوفہ میں اقامت کی۔

ہشام کا پیغام عاملِ عراق کے نام

جب ہشام کو یہ حال معلوم ہوا تو اُس نے یوسف بن عمر اپنے عامل عراق کو تاکید کی کہ زیدؒ کی طرف سے خبردار رہو اور اہل کوفہ کو ان کی مجلس میں جانے سے روکے بہ تحقیق کہ ان کی زبان تلوار کی دھار اور برچھی کی نوک سے زیادہ تیز ہے۔ ان کی لسانی اور چرب زبانی دلوں پر جادو کا اثر کرتی ہے۔

یوسف کے اصرار پر کوفہ کا اخلا

پس یوسف ابن عمر جو حیرہ میں تھا اپنے کوفہ کے نائب حکم بن صلت سے زید کا حال پوچھتا رہتا تھا۔ جب کہا جاتا کہ زید کوفہ میں ہیں۔ یوسف زید کو کوفہ سے چلے جانے کی تاکید لکھتا زید اقرار کر لیتے اور پھر درد و بیماری کا بہانہ کر کے ٹال دیتے اور اس طرح کچھ عرصہ گذار دیتے یوسف نے پھر لکھا کہ کوفہ سے چلے جاؤ تو زیدؒ نے یہ حجت کی کہ مجھے آل طلحہ

اور ان کے درمیان مشترک ہے فیصلہ کرتا ہے۔ اسپر یوسف نے لکھا کہ تم یہاں اپنا وکیل چھوڑ کر چلے جاؤ۔ وکیل فیصلہ کرے گا جب زید نے یوسف کا یہ اصرار دیکھا تو کوفہ سے روانہ ہو گئے۔

کوفیوں کا آپ کو جنگ پر ابھارنا

قادسیہ اور بروایتے ثعلبیہ تک پہنچے تھے کہ اشراف کوفہ اُن کے پیچھے تک آئے کہ ہم چالیس ہزار ہیں ہرگز اختلاف نہ کریں گے آپ کی طرف سے تلواریں ماریں گے۔ اہل شام تو یہاں تھوڑے ہی ہیں خدا کے حکم سے ہمارے بعض مقابل ہی اُن کے لئے کافی ہوں گے اور بڑی پکی پکی قسمیں کھائیں۔ زید نے کہا مجھے اندیشہ ہے کہ مجھے چھوڑ دو گے اور دشمن کے حوالہ کر دو گے جیسا میرے باپ اور دادا کے ساتھ کر چکے ہو مگر وہ پھر قسمیں کھا کر عہد کو پختہ کرنے لگے۔

داؤد وجناب زید رح کی جدائی

اسپر داؤد ابن علی نے کہا یا ابن عم اہل کوفہ کی باتوں پر نجائیے ان کے عہد پر اعتماد نہ کیجیے یہ لوگ ان ہی لوگوں کی اولاد ہیں جنھوں نے علی مرتضیٰؑ سے بیوفائیاں کیں اور بیعت کرنے کے بعد ردا امام حسنؑ کے دوشِ مبارک سے کھینچ لی اور ان بزرگوار کو زخمی کیا اور حسینؑ مظلوم کو بلا کر قسموں سے عہد موکد کرنے کے بعد تلوار کھینچکر سامنے کھڑے ہو گئے ان کے ساتھ ہرگز نہ جائیے۔

کوفیوں نے کہا داؤد آپ سے حسد کرتے ہیں اور گمان کہتے ہیں کہ ان کے اہلبیت خلافت کے لیے زیادہ حقدار اور اولیٰ ہیں اور اسی میں بہت سی باتیں کہیں یہاں تک کہ زید ان کے ساتھ کوفہ واپس چلے گئے اور داؤد یہ کہکر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے کہ سب سے زیادہ یہی لوگ آپ پر شدت کریں گے۔ اور یہ آپ کو خود ہی معلوم ہو گا

زیدؒ کی مراجعت کوفہ میں

جب زیدؒ شہر میں داخل ہوئے تو مسلمہ بن کہیل نے ان سے کہا کہ میں تمکو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ تم سے کتنے آدمیوں نے بیعت کی ہے فرمایا پچاس ہزار نے۔ سلمہ نے کہا کہ آپ کے دادا سے کتنے آدمیوں نے بیعت کی تھی۔ فرمایا اسی ہزار نے۔ سلمہ نے پوچھا ان میں سے عہد کتنوں نے پورا کیا زیدؒ نے کہا تین سو نے۔

مسلمہ نے پوچھا کہ آپ کے دادا علی مرتضیٰ آپ سے افضل تھے یا نہیں۔ فرمایا وہ مجھ سے افضل تھے مسلمہ نے کہا وہ زمانہ اچھا تھا یا یہ۔ فرمایا وہ زمانہ۔ سلمہ نے کہا جب اُس قرن کے لوگوں نے آپ کے دادا سے وفا نہ کی تو آپ ان سے کیا توقع رکھتے ہیں۔ زیدؒ نے کہا اب تو قلادہ بیعت گردن میں پڑ چکا۔ سلمہ نے کہا تو آپ مجھے رخصت دیجیے کہ اس ملک سے چلا جاؤں اور آپ کی مصیبت کو نہ دیکھوں۔ زیدؒ نے اُن کو رخصت کیا اور وہ یمامہ چلے گئے۔ زید کی سمجھ میں کیونکر آ تا ہی نہیں سکتا تھا اُنھوں نے تو تنگ آ کر مرنا ٹھان لیا تھا۔

جناب زیدؒ کا جہاد پر عزم مصمم

بروایت مسعودی آپ سے پہلے امام محمد باقرؑ سے بھی خروج کے بارہ میں مشورہ لے چکے تھے آپ نے فرمایا تھا کہ اہل کوفہ پر بھروسہ نہ کرنا۔ کیونکہ وہ بے وفا اور مکار لوگ ہیں وہیں تمھارے پر دادا جناب امیرؑ شہید ہوئے ہیں تمھارے والد کے چچا امام حسنؑ نے زخم کھایا وہیں تمھارے دادا امام حسینؑ شہید ہوئے کوفہ اور اُسکے اعمال میں ہم اہلبیت کو گالیاں دیگئیں اور جو علم آپکو بنی مروانکی اور انکے بعد بنی عباس کی مدت سلطنت کا تھا وہ زید سے بیان کیا مگر اُنھوں نے جو مطالبۂ حق کا عزم کیا تھا اُس سے باز نہ آئے۔ پس امام محمد باقرؑ نے اُنسے فرمایا کہ اے بھائی مجھے خوف ہے کہ تم کل کو کناسۂ کوفہ میں مصلوب ہوگے یہ کہکر آپنے زید کو وداع کیا اور فرمایا کہ اب یہ ہماری تمھاری

اُن کو آمادہ پیکار دیکھ کر روکنا چاہا۔ اور تمام موجودہ اور آیندہ قیر ہونگے مگر یہ تمام اہل عراق کی ظاہر طلبی اطاعت اور زبانی مطابعت نے اُن کو اپنی کامیابی کا اور بھی یقین دلا دیا۔ اُسی زمانہ میں کہ کوفی جناب زیدؒ کو ورغلا رہے تھے۔ عبداللہ بن حسن مثنّیٰ نے بھی ایک مکتوب نصیحت آمیز زید کو لکھا تھا کہ کوفیوں پر ہرگز اعتماد نہ کرنا مگر زید کی نہ سنتے تھے کسی کے سمجھانے اور کہنے کا کچھ فائدہ نہ نکلا۔ زید کوفہ میں لوگوں کو دعوت دینے میں مشغول رہے

ماہ محرم میں آپ کی گرفتاری کے احکام

یہاں تک کہ ہلال محرم ۱۲۲ھ نمودار ہوا زید نے اپنے لوگوں سے کہا کہ اب خروج کے لئے تیار ہو جاؤ اور اپنے عہد کو پورا کرو۔ اس اثنا میں سلیمان بن سراقۃ البارقی۔ یوسف کے پاس گیا جو حیرہ میں مقیم تھا (یہ کوفہ کے پاس ہی ایک مقام ہے) اور اس معاملہ کی خبر کی۔ پس یوسف نے اپنے سرہنگ روانہ کئے کہ زید کو تلاش کر کے پکڑ لائیں۔ مگر زید نہ ملے۔

اس وقت کوفہ میں یوسف کی طرف سے حکم بن صلت نائب تھا اور عمر بن عبدالرحمان بن قتادہ اس کا کوتوال تھا اور اس کے ساتھ عبیداللہ بن عباس کندی کچھ شامیوں کے ساتھ تھا۔ جب زید کو پکڑے جانے کا اندیشہ ہوا تو ارادہ کیا کہ اُس وقت سے پہلے خروج کریں۔ جو اُن کے اور اہل کوفہ کے درمیان قرار پایا تھا۔

بے وفا کوفی

اَلکوفی لایوفی مثل مشہور ہے۔ کوفی کیا عہد کو پورا کرنے والے تھے۔ اُنھوں نے جو دیکھا کہ زید کے تمام معاملہ کی خبر یوسف بن عمر کو پہنچ گئی ہے اور وہ ان کے درپے تلاش ہے اِدھر معلوم ہو گیا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ زیدؒ اس مہم میں کامیاب نہوں گے۔ بلکہ مقتول اور

آپ کا تقیہ

اس موقع پر سنی مورخین لکھتے ہیں کہ ایک گروہ سر برآوردہ کوفیوں کا زید کے پاس آیا اور کہا خدا آپ پر رحم کرے آپ ابوبکر وعمر کے بارے میں کیا فرماتے ہیں زید نے کہا خدا اُن دونوں پر رحم کرے اور ان کی مغفرت کرے میں نے تو اپنے خاندان والوں سے اُن کی نسبت سوائے خیر کے نہیں سنا شدید سے شدید بات جو میں کہتا ہوں وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سلطنت وخلافت کے ہم سب سے زیادہ مستحق وسزاوار تھے اُنھوں نے اُس سے ہمیں علیحدہ کردیا۔ اور خود خلیفہ بن گئے۔ ہمارے نزدیک اس سے وہ کافر نہیں ہوگئے جب حاکم ہوئے تو اُنھوں نے لوگوں میں عدل کیا اور کتاب وسنت پر عمل کیا۔

شکستِ بیعت

اُنھوں نے کہا کہ پھر جب اُنھوں نے تم پر ظلم نہیں کیا تو اُن لوگوں (بنی امیہ) نے بھی تم پر ظلم نہیں کیا پھر تم ان سے لڑنے کے لئے کیوں دعوت دیتے ہو۔ زید نے کہا کہ بنی امیہ ویسے نہیں ہیں جیسے وہ تھے یہ لوگ تو مجھ پر بھی ظلم کرتے ہیں۔ تم پر بھی اور اپنے نفسوں پر بھی اور ہم تمکو کتاب خدا اور سنتِ رسول کی طرف سنتوں کو زندہ کرنے اور بدعتوں کو مٹانے کے لئے دعوت دیتے ہیں۔ پس اگر تم ہمارا ساتھ دوگے سعادت پاؤگے اور اگر انکار کرتے ہو تو اختیار ہے میں تمپر کوئی وکیل تو ہوں نہیں۔ یہ سنکر ان لوگوں نے زیدؒ کی بیعت توڑدی اور کہا کہ امام تو محمد باقرؑ تھے جو انتقال کرگئے اور اس زمانہ میں جعفر صادق علیہ السلام ہمارے امام ہیں۔ پس زید نے کہا یا قوم رفضتمونی اے لوگو تم نے مجھے چھوڑدیا اسی سبب سے شیعوں کو رافضی[1] کہا جاتا ہے۔ اور جو زید کے ساتھ ثابت قدم

سلسلہ صفحہ ۲۴

---

[1] رفض کے معنی ہیں ترک کرنا چھوڑدینا۔ مورخین اہل سنت نے رافضی کی یہ وجہ تسمیہ لکھی ہے جو بیان ہوئی اور جو غلط ہے بعض کہتے ہیں کہ بوجہ ثلاثہ کو ترک کرنے اور اُن سے۔

بقیہ حاشیہ متعلق فٹ نوٹ صفحہ (۲۴۱)

لفظ رافضی کی تحقیقات

تبرا کرنیکی وجہ سے رافضی کہلاتے ہیں۔ یہ ایک بات ہے لوگوں نے اسکو ایک چڑاونا نام سمجھ لیا ہے۔ بلکہ ناواقف شیعہ تک اس نام سے چڑ جاتے ہیں حالانکہ یہ نام اچھا اور متبرک ہے اور اسکی اصل وجہ تسمیہ ہم بتاتے ہیں۔ علامہ ورام بن ابی فراس حلی نے کتاب تنبیہ الخاطر میں لکھا ہے۔ کہ ایک دن جناب امام صادق علیہ السلام کے صحابی عمار الدھنی۔ ابولیلی قاضی کوفہ کے پاس ایک معاملہ میں شہادت دینے کی غرض سے گئے تھے۔ قاضی نے اُن سے کہا کہ اے عمار یہاں سے کھڑا ہو جا ہم تجھے جانتے ہیں تیری شہادت قبول نہیں۔ کیونکہ تو رافضی ہے۔ پس عمار کھڑے ہوگئے اور اُن کا بدن کانپنے لگا اور آنسو اُن کی آنکھوں سے بہنے لگے۔ یہ دیکھ کر ابولیلی نے کہا کہ تم اہل علم و حدیث سے ہو۔ اگر تمکو رافضی کہنا برا معلوم ہوتا ہے تو رفض سے تبرا کر ڈالو۔ پھر تم ہمارے بھائی بن جاوگے۔

عمار نے جواب دیا کہ اے شخص یہ بات نہیں ہے جو تو سمجھا بلکہ مجھے اپنی حالت اور تیرے حال پر رونا آتا ہے۔ اپنی حالت پر اس لئے رویا کہ مجھ کو ایسے رتبۂ شریف سے نسبت دیجاتی ہے کہ میں اس کا سزاوار نہیں ہوں یعنی تو نے گمان کیا کہ میں رافضی ہوں۔ کیونکہ مجھ سے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرما چکے ہیں کہ اول جن کو رافضی کہا گیا وہ فرعون کے ساحر تھے کہ جب اُنھوں نے عصائے موسیٰ کا معجزہ دیکھا تو ایمان لے آئے اور موسےٰ کے متبع ہوگئے اور فرعون کا ساتھ چھوڑ دیا اور اس میں جو کچھ مصیبت ان پر پڑی اس کے لئے سر تسلیم خم کر دیا۔ پس فرعون نے اُن کا نام رافضی رکھا۔ اس سبب سے کہ اُنھوں نے اُس کا دین چھوڑ دیا۔

رافضی وہ ہے جو تمام ایسی باتیں چھوڑ دے جو خدا کو ناگوار ہیں اور ایسے کام کرے جن کا خدا نے حکم دیا ہو پس اپنے نفس پر مجھے اندیشہ ہے کہ اگر میں نے یہ نام قبول کر لیا تو خدا مجھے عتاب کرے گا کہ اے عمار تم نے ایسا جلیل القدر لقب جو قبول کیا تو کیا تم تمام اباطیل کے تارک اور تمام طاعات کے بجالانے والے تھے اسوقت میں کیا جواب دوں گا اور تمھارے حال پر اس لئے رویا کہ تم نے ایسا سفید جھوٹ بولا کہ میرا وہ نام رکھا جو میں نہیں ہوں اور اس کہ تم نے جو شریف ترین اسماء کو ارزل اور ذلیل ترین سمجھ کر استعمال کیا ہے تو خدائے تعالیٰ تم پر کس قدر عذاب کرے گا۔ پس مجھے تمھارے حال پر شفقت شدید کی وجہ سے رونا آیا۔

خلاصہ مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ باطل کے ترک کرنے اور حق کی پیروی کرنے والیکو رافضی کہتے ہیں اس موقعہ پر ہم صاحبان فہم کے سامنے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث متفق علیہ الحق مع علی وعلی مع الحق اللھم ادر الحق مع حیث دار۔ اور جلوہ افروز خلافت ظاہری ہونے کے بعد جناب علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے خطبہ کے آغاز الحمد للہ علی احسانہ رجع الحق الی مکانہ اور عثمان کے مارے جانے سے خلافت ثلاثہ کا خاتمہ بیان کرنے کے بعد جناب امیر علیہ السلام کے خلیفہ ہونے پر حکیم سنائی کا حدیقہ میں یہ مصرع "زھق الباطل وجاء الحق" پیش کرنے پر اکتفا کر کے ... [illegible]

... ہے کیونکہ زید کا
شیخین کی نسبت وہی عقیدہ تھا جو ان کے تمام خاندان میں اہل بیتِ رسالت کا ہے - بھلا یہ ہو سکتا ہے کہ جناب امیر علیہ السلام تو بروایت مسلم شیخین کو کاذب، غادر، خائن اور آثم سمجھتے ہوں اور ان کا پوتا جو اپنے آبائے طاہرین کے انتقام کی غرض سے اٹھا ہو ان کے خلاف سمجھے اگر زید نے کسی وقت ان سے تبرا کرنے میں تامل بھی کیا ہو تو وہ کسی مصلحت پر مبنی ہوگا - نہ کہ وہ واقع میں دوستدار شیخین تھے اور مؤید اسکی ہے وہ روایت کہ بعض مورخین نے نقل کی ہے -

خلیفہ اول و دوم کی نسبت انکی رائے

کسی نے زید سے سوال کیا کہ شیخین کی نسبت تمہارا کیا عقیدہ ہے انھوں نے اسوقت تو کچھہ جواب نہ دیا مگر عین معرکۂ جنگ میں جبکہ ان کی پیشانی مبارک پر تیر لگا تو فرمایا "این سائلی عن ابی بکر و عمر ھما اقامانی فی ھذا المقام یعنی کہاں ہے وہ شخص جو ابوبکر و عمر کی نسبت مجھ سے سوال کرنا چاہتا تھا - انھوں ہی نے مجھ کو اس مقام پر کھڑا کیا ہے - یہ فرمانا جناب زیدؒ کا بالکل ویسا ہی ہے جیسا کہ جناب سید الشہدا علیہ السلام فرماتے تھے کہ میں کشتۂ روزِ سقیفہ ہوں جس روز کہ دستبرد شیخین سے ہم اہل بیتؑ کے ہاتھ سے خلافت چھین لی گئی اسی طرح زید کا اس کلام سے یہ مدعا تھا کہ ابوبکر و عمر نے خاندان عصمت و طہارت سے خلافت غصب کی اس سے میری یہ نوبت ہوئی - نہ خلافت غصب کرتے نہ ہم سے حکومت جاتی - نہ ہمارے دشمن حکمراں ہوتے اور نہ آلِ رسول کو اس حال پر پہنچاتے

امام جعفر صادق کا حکم بیعت زیدؒ کی نسبت

ابن اثیر لکھتا ہے کہ زید کے خروج سے پہلے ایک گروہ نے امام جعفر صادقؑ کے پاس آکر زید کی

بیعت لینے کی خبر دی تھی۔ پس حضرت نے فرمایا کہ زید کی بیعت کر لو کیونکہ واللہ وہ ہمارے خاندان والوں میں افضل اور سردار ہیں۔ پس وہ لوگ کوفہ واپس آئے اور اسباب کو چھپائے رکھا۔

دو جاں نثاروں کی شہادت

الحاصل زید نے اپنے اصحاب کے لیے مقرر کر دیا تھا کہ اول صفر ۱۲۲ھ کی شب کو خروج کریں۔ یوسف بن عمر کو خبر لگ گئی اُس نے حکم بن صعت کو حکم بھیجا کہ اہل کوفہ کو مسجدِ اعظم میں جمع کر کے ان کا محاصرہ کرے۔ حکم نے ایسا ہی کیا اور زید کو تلاش کرنے لگے۔ زید شبِ مذکور کو معاویہ بن اسحاق بن زید بن حارثہ انصاری کے مکان سے ایک گروہ کو لیکر نکلے اور جابجا آگ روشن کر دی اور حسبِ شعار "یا منصور" کی آوازیں بلند کرتے رہے یہاں تک کہ صبح نمودار ہوئی تو زید نے قاسم تنبعی اور اپنے اصحاب میں سے ایک اور شخص کو بیرون نجات میں بھیجا کہ "یا منصور" کے نعرے لگائیں جب یہ دونو صحرائے عبد القیس میں پہنچے تو جعفر بن عباس کندی ان کو مل گیا اُنھوں نے اسپر اور اسکے اصحاب پر حملہ کیا۔ پس قاسم کا ہمراہی مارا گیا اور قاسم کو پکڑ کر حکم کے پاس لے گئے حکم نے ان کو گردن مروا دیا۔

زیدؑ کے اصحاب میں سے یہ دونوں اشخاص سب سے پہلے مقتول ہوئے ہیں۔

اب حکم نے بازاروں کے پھاٹک اور مسجد کے دروازے بند کر کے لوگوں کو بند کر لیا اور یوسف کو اس تمام معاملہ کی خبر دی۔

یوسف کی تیاریاں جنگ کے لئے

یوسف نے جعفر ابن عباس کو پچاس سواروں کے ساتھ روانہ کیا کہ جا کر دیکھے کیا ہو رہا ہے۔ جعفر نے جبانہ سالم پر پہنچکر تمام کیفیت دریافت کی اور یوسف کو آکر خبر دی۔ پس یوسف نے [illegible]

اور ان کے ساتھ اطراف اور [illegible] کے یہاں سے ان کے ریا
بن سلمۂ ارانی کو دو ہزار سپاہ سواروں اور تین سو قیقانی پیادوں کے ساتھ جن کے ہمراہ تیر انداز بھی تھے روانہ کیا۔

انصار کی قلت

صبح ہوئی تو زید کے پاس صرف دو سو اٹھارہ آدمی حاضر ہوئے۔ زید یہ دیکھ کر ملول ہوئے اور کہا سبحان اللہ کل اتنے ہزار آدمی گئے تھے۔ باقی کیا ہوئے اور کہاں گئے۔ لوگوں نے کہا یا ابن رسول اللہ یوسف نے ان کو مسجد میں بند کر رکھا ہے۔ فرمایا لا حول ولا قوۃ الا باللہ ظاہر ہے کہ اس مجمع کثیر میں سے کتنے آدمی اُس مسجد میں سمائے ہوں گے اور ہم سے بیعت کرنے والوں کے واسطے یہ عذر نہیں چل سکتا۔

"یا منصور" کا نعرہ سنکر نصر بن خزیمہ عبسی زید کی طرف روانہ ہوئے ان کو راستہ میں عمرو بن عبد الرحمان کوتوال اپنے سپاہیوں کے ساتھ مل گیا۔ نصر نے اس پر اور اس کے ساتھیوں پر حملہ کیا پس عمر مارا گیا اور اُسکے ہمراہی بھاگ گئے

بے ترتیب جنگ

نصر زید سے آملے اور جبانہ سالم کی طرف بڑھے۔ یہاں شامیوں سے سخت لڑائی ہوئی۔ یوسف کے علمدار نے زید پر حملہ کیا اور چاہا کہ تلوار مارے لیکن نصر بن خذیمہ نے پھرتی سے ایک ایسی ضرب لگائی کہ اُسکا سر دھڑ سے جا پڑا۔ یہاں سے چلکر جبانہ صائدین میں پہنچے یہاں پانچسو شامی تھے۔ زید نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ اُنپر حملہ کیا بہت سے قتل کئے باقی بھاگ گئے اور زید انس بن عمرو ازدی کے مکان تک جا پہنچے۔

انس کی روپوشی

انس ان لوگوں میں سے تھا جنھوں نے زید کی بیعت کی تھی اُس وقت گھر میں موجود تھا زید نے آواز دلوائی جواب نہ پایا پھر خود زید نے زور سے آواز دی اگر وہ اللہ کا بندہ گھر سے نہ نکلا

زید یہ کہتے ہوئے کہ تم لوگوں نے وعدہ خلافی کی ہو اللہ تم سے حساب لے گا
آگے چلے۔

کناسہ میں گھمسان مظلوم کربلا سے مشابہت

پھر کناسہ پہنچے دیکھا کہ مسلح شامیوں کا ایک بڑا گروہ اکٹھا ہوا ہے۔ زیدؒ نے سر ننگا کر لیا اور مار مار کر شامیوں کو بھگانا شروع کیا۔ یوسف اسی طرح مقام بلند پر کھڑا دیکھ رہا تھا اور اپنے سرداران لشکر کو یکے بعد دیگرے زیدؒ سے جنگ کو بھیج رہا تھا۔ زید شکستیں دے دے کر نعرے مارتے تھے کہ اے مردم کوفہ اپنا وعدہ پورا کرو کہ وقت مدد کا ہے۔ مگر ان بے وفاؤں کی یہ حالت تھی کہ بعض آواز سن بھی لیتے تھے۔ تو بھی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرتے تھے۔ کامیابی کی کوئی صورت نہ دیکھ کر یوسف نے اپنی فوج سے وعدہ کیا کہ جو کوئی زید کے ساتھیوں میں سے ایک سر لائے گا۔ اسکو ایک ہزار درہم انعام دوں گا۔

پس شامی قتل پر حریص ہو کر زید کے اصحاب کو قتل کرنے اور پکڑ پکڑ کر یوسف کے پاس لانے لگے۔ اس طرح زید کے مددگار تھوڑے رہ گئے۔ اس وقت نصر بن خذیمہ سے کہا کہ کوفہ کے لوگ مجھ سے بھی اسی طرح پیش آئے جس طرح میرے دادا حسینؑ بن علیؑ سے پیش آئے تھے۔

نصر نے کہا یا ابن رسول اللہ آپ پر قربان ہو جاؤں میرے تن میں تو جب تک جان ہے شمشیر زنی کرتا رہوں گا۔ اب کوشش کرکے کسی طرح مسجد جامع تک پہنچ جائیں اور وہاں سے اپنے مددگاروں کو اپنی نصرت کے واسطے بلائیں ممکن ہے کہ بیعت کرنے والے جو اس میں محصور ہیں ہماری مدد کو باہر نکل آئیں

کوفہ میں داخلہ اور جنگ

پس زید مصلئہ خالد سے ہوتے ہوئے کوفہ میں داخل ہوئے اور مسجد کا رخ کیا عمر بن سعد

کے مقام تک پہنچے تھے کہ عبید اللہ بن عباس کندی سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ لڑائی ہوئی اور عبید اللہ اور اُس کے ہمراہیوں کو مار بھگایا اِس طرح مارتے اور پیٹتے دروازۂ مسجد تک جا پہنچے اور زیدؒ کے اصحاب مسجد کے دروازوں پر سے اپنے جھنڈے اندر داخل کرنے لگے اور کہنے لگے کہ اے اہل مسجد ذلت سے عزت کی طرف، درویشی سے تونگری کی طرف اور گمراہی سے راہِ صواب کی طرف نکل کر آؤ۔ دین اور دنیا دونو حاصل کرو۔ کیونکہ اِس وقت تو تم نہ دین میں ہو نہ دنیا میں۔

شامیوں کی پہلی شکست

پس شامیوں نے مسجد کی چھت پر سے اُن پر پتھر برسائے اور روک دیا۔ اب شام ہو گئی اور ریان حیرہ کی طرف اور زید بھی اپنے ہمراہیوں کے ساتھ ہٹ آئے اُس وقت کوفہ کے کچھ لوگ آکر اُن کے ساتھ ہو گئے۔ پس زید نے دار الرزق میں نزول کیا۔ یہاں ریان بن سلمہ فوج لے کر چڑھ آیا اور دار الرزق کے قریب زید سے جنگ ہوئی۔ شامی اور اُن کے ساتھ کے بہت سے آدمی زخمی ہوئے اور بدھ کی شام کو شامی نہایت ہی بُری حالت سے شکست کھا کر فرار ہوئے

شامیوں کی متواتر شکستیں اور فرار

دوسرے دن یوسف بن عمر نے عباس بن سعید مزنی کے ماتحت شامیوں کی فوج روانہ کی۔ عباس دار الرزق میں پہنچکر زید پر حملہ آور ہوا۔ زید بھی اپنے آدمیوں کو لے کر مقابل ہوئے۔ اِس وقت زید کے مقدمہ پر نصر بن خزیمہ اور معاویہ بن اسحاق تھے نہایت شدید جنگ ہوئی۔

نائل بن فروہ عبسی شامی نے نصر بن خزیمہ پر حملہ کیا اور نصر کے ایسی تلوار ماری کہ ان کی ران کٹ گئی۔ مگر نصر نے ایسی تلوار لگائی کہ اُسے فی النار کر دیا

لیکن لشکر بھی تھوڑی ہی دیر میں ٹھنڈے ہو گئے - اب لڑائی میں اور بھی شدت ہو گئی - نتیجہ یہ ہوا کہ عباس کی فوج میں سے ستر آدمی مارے گئے اور باقی بھاگ گئے - مگر عشا کے وقت یوسف بن عمر نے پھر اُن کو آراستہ اور تیار کر کے دوسرے دن صبح کو روانہ کر دیا - پس اُن کا اور اصحابِ زید کا مقابلہ ہوا اصحاب زید مارتے ہوئے شامیوں کی صفوں میں گھس گئے اُن کی صفیں توڑ دیں اور اُن کو مارتے مارتے سبخہ تک بھگا دیا - سبخہ میں بھی دم نہ لینے دیا یہاں تک کہ شامی بھاگ کر بنی سلیم پہنچے مگر اصحاب زید کے سامنے شامیوں کے قدم کہیں نہ جمتے تھے

جناب زید مجروح ہو گئے

عباس نے تمام واقعہ کی خبر یوسف کے پاس بھیجی اور کہا کہ میرے پاس تیر انداز روانہ کیجئے یوسف نے تیر اندازوں کا ایک دستہ بھیج دیا وہ آتے ہی اصحابِ زید پر تیر برسانے لگے - اس موقع پر معاویہ بن اسحٰق الانصاری زید کے سامنے خوب خوب لڑے آخر مارے گئے - پھر زید اور ان کے ہمراہی رات تک ثابت قدم رہے ناگاہ راشد غلام یوسف کا تیر زید کی پیشانی پر آ کر ایسا لگا کہ دماغ میں اُتر گیا - زید گھوڑے سے گرے - اب زید کے اصحاب چل کھڑے ہوئے مگر اہل شام کو گمان بھی نہ ہوا کہ یہ لوگ پسپا ہوئے ہیں - بلکہ یہ خیال کیا کہ یہ بازگشت اُن کی بسبب شب کے ہوئی ہے - لڑائی کا یہ حال جو لکھا گیا - طبری اور ابن اثیر کے موافق ہے

دوسری روایت جناب زید رحمۃ اللہ کی شہادت

صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ جب زید مسجد جامع کے دروازے تک جا پہنچے اور شامیوں کی

والوں کو باہر آنے کی آواز اور ترغیب دی تو اُن میں سے کچھ لوگوں نے قصد کیا کہ دروازہ توڑ کر باہر آجائیں مگر کچھ مخالفین مسجد کے کوٹھے پر چڑھ گئے اور اور انہیں پتھر اور تیر مار مار کر روکدیا۔ پھر دروازہ مسجد پر بہت سخت لڑائی ہوئی زید کے سرداروں میں سے نصر بن خزیمہ اور معاویہ بن اسحاق انصاری اور زیاد بن عبدالرحمان ہندی ۶۷ آدمیوں کے ساتھ مارے گئے۔ ان کے سروں کو بدنوں سے جدا کرکے یوسف کے پاس لے گئے۔ زید کے تمام باقی اصحاب بھی مجروح ہوئے مگر زید نے قدم نہ ہٹایا اور اسی طرح لڑتے گئے۔ آخر مخالفوں نے تیر برسانے شروع کردئے اور ایک تیر زید کی پیشانی پر ایسا آکر لگا کہ وہ گھوڑے سے گر پڑے۔ لوگ ان کو اُٹھا کر ایک شیعہ کے گھر لے گئے پھر ایک طبیب یا جراح کو بلا کر لائے کہ تیر نکالے مگر تیر نکالتے ہی اُن کی روح پرواز کر گئی۔

عمدۃ الطالب میں سعید بن خثیم سے روایت[۱] ہے وہ کہتے ہیں کہ بیعت شکنوں کے علیحدہ ہوجانے کے بعد زید کے ساتھ صرف تین سو آدمی رہ گئے تھے اور کہتے ہیں کہ یوسف بن عمر دس ہزار آدمی اُن کے مقابلہ پر لایا تھا۔ صف آرائی ہوئی ہم نے مارنا شروع کیا۔ سوائے لوہے میں سے آگ نکلنے کے اور کچھ نظر نہ آتا تھا۔ ناگہاں راشد غلام یوسف نے زید کی پیشانی پر ایک ایسا تیر مارا کہ وہ گھوڑے سے گر پڑے۔ ہم لوگ زید کو میدان سے لے آئے

باپ سے بیٹے کی آخری ملاقات

محمد بن مسلم الخیاط اُن کا سر گود میں لئے بیٹھے تھے کہ یحیٰی بن زید آگئے (ان کا سن اُسوقت صرف ۱۴ سال کا تھا) اور آتے ہی ان کے اوپر گر پڑے اور کہا

[۱] یہی روایت تھوڑے سے لفظی اختلاف کے ساتھ صاحب ریاض الشہادۃ نے حمزہ بن عمران سے بسند معتبر ام صادق کے زبانی درج کتاب کی ہے۔

... ہوں کہ آپ محمد مصطفیٰ اور علی مرتضیٰ اور فاطمہ زہرا اور حسنؑ مجتبیٰ اور حسینؑ شہید کربلا کے پاس تشریف لے جا رہے ہیں زید نے کہا بیشک اے بیٹا۔ لیکن اب تمہارا کیا ارادہ ہے کیا کرو گے جواب دیا واللہ میں اُن سے قتال کروں گا۔ اگرچہ میں اکیلا ہوں اور کوئی میرا مددگار نہ ہو۔ زیدؒ نے کہا بیٹا ایسا ہی کرنا۔ کیونکہ تم حق پر ہو اور وہ باطل پر ہیں تمہارے مقتول جنت میں اور اُن کے مقتول دوزخ میں جائیں گے۔ اس کے بعد تیر نکالا مگر تیر کے ساتھ ہی جان بھی نکل گئی۔

لاش بھی قبر میں رہنے پائی

سعید کہتے ہیں کہ ہم زید کی لاش ایک نہر کے پاس لائے جو ایک باغ[1] میں جاری تھی ہم نے اس جگہ سے پانی روک دیا اور زید کے لئے قبر کھودی اور دفن کر کے اوپر سے پانی جاری کر دیا تاکہ نشان قبر دشمنوں کو معلوم نہ ہو۔ مگر زید کا ایک سندی غلام ہمارے ساتھ تھا اس نے یوسف بن عمر کو جا کر خبر کر دی۔ دوسرے دن صبح کو یوسف نے لاش کو قبر سے نکلوا کر کناسہ میں مصلوب کرا دیا[2]۔ چار سال[3] تک زید کی لاش مصلوب رہی۔ یہاں تک کہ ہشام مر گیا اور ولید بن یزید بن عبدالملک بادشاہ ہوا۔ اُس نے یوسف بن عمر کو لکھا

---

[1] یہ باغ زائدہ کے نام سے مشہور تھا

[2] ایک کتاب میں نظر سے گذرا۔ فصل الخطاب سے نقل کیا ہے کہ جب زیدؒ کی لاش کو قبر سے نکالا تو کثرت غم سے بدن چھلنی ہو رہا تھا۔ سات مقام پر نیزوں کی انیاں پیوست تھیں۔ سولہ[16] مقام پر تلوار کے گہرے گہرے زخم اور جا بجا نیزوں اور تیروں کے سوراخ تھے۔

[3] یہ ان لوگوں کے موافق ہے جو زیدؒ کی شہادت کے صفر ۱۲۱ھ میں قائل ہیں۔ لیکن جو صفر ۱۲۲ھ میں زید کی شہادت لکھتے ہیں اُن کے موافق تین سال ہوتے ہیں کیونکہ ہشام کی وفات اور ولید کی وفات ۶ ربیع الاول ۱۲۵ھ کو ہوئی ہے۔ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ جب ۱۲۵ھ میں زید شہید ہو چکے اور ولید کو یہ خبر پہنچی۔ اُس وقت اُس نے جناب زید رحمۃ اللہ علیہ کی لاش کو سولی سے اتار کر جلا ...

پھونکدیجیو اور اسکی خاک پانی میں بہا دیجیو۔ پس یوسف نے لاش کو اتروا کر پھنکوا دیا اور خاک کو ہوا میں اُڑا دیا۔

آپ کا سرِ اطہر کہاں کہاں پہنچا ہے

ناصر الکبیر طبرستانی کا بیان ہے کہ بعد شہادت زید کا سر کاٹ کر مدینہ بھیجا گیا اور نبی صلعم کی قبر کے پاس ایک دن اور ایک رات رکھا رہا۔

ابن اثیر نے لکھا ہے کہ جمعہ کے دن بحکم یوسف۔ حکم بن صلت زید کی لاش نکلوا کر سر کو بدن سے جدا کر کے یوسف بن عمر کے پاس حیرہ روانہ کیا تو یوسف نے حکم بھیجا کہ زید اور نصر بن خزیمہ اور معاویہ بن اسحاق اور زید نہدی کی لاشوں کو کناسہ کوفہ میں دار پر کھینچدو اور کچھ آدمی ان کی حراست پر مقرر کرا دے اور زید کا سر ہشام کے پاس دمشق روانہ کر دیا۔ ہشام نے سر لانے والے کو دس ہزار درہم انعام دیا اور شہر دمشق کے دروازے پر لٹکوا دیا اور پھر مدینہ بھیجدیا۔

مقریزی الخطط و الآثار میں کہتا ہے کہ مدینہ کے بعد پھر ہشام نے اس سر مبارک کو مصر بھجوا دیا اور جامع مسجد میں منبر پر نصب کرایا تھا۔ بعد میں مصریوں نے چورا کر اس مقام پر جہاں کہ اب شہر مصر اور جامع طولونی کے درمیان اس سر کا مقبرہ بنا ہوا ہے دفن کر دیا تھا۔

اور ابن عبد الظاہر سے نقل کیا ہے کہ امیر الجیوش کے بیٹے افضل نے جب اسکو زید بن علی کے سر کا حال معلوم ہوا کہ قدیم جامع مسجد میں رکھا گیا تھا تو اُس مسجد کے کھودنے کا حکم دیا۔ یہ مسجد اکوام کے وسط میں تھی اسکی صرف محراب ہی باقی رہ گئی تھی اُس میں سے یہ سر مبارک نکلا۔

مشہد مبارک

شریف فخر الدین ابو الفتوح خطیب مصر کہتا ہے کہ جب وہ سر

نکلا تو میں نے دیکھا کہ وہ بہت پرانا اور بوسیدہ ہو رہا ہے۔ پیشانی پر درہم کے برابر ایک نشان بھی تھا پس عطریات اور خوشبوئیں لگا کر اس مقام پر دفن کر دیا گیا اور اسپر عمارتِ مقبرہ تعمیر کی گئی۔ یہ سر بجشنبہ کے روز ۱۹ ربیع الاول ۵۲۵ھ کو مسجد سے نکالا گیا تھا یہ مشہد اب تک باقی ہے۔ انوارِ الٰہی اب تک اس پر نازل ہوتے رہتے ہیں۔ دعا اس کے قریب قبول ہوتی ہے۔ خصوصاً عاشورا کو وہاں لوگ بہت جمع ہوتے ہیں۔

شریف محمد بن اسعد جوانی نے کتاب جوہر المکنون فی ذکر القبائل والبطون میں لکھا ہے کہ جامع طولونی اور شہر مصر کے درمیان جو مشہد (زید بن علی کا مقبرہ) ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ زید شہید ہی کا سر وہاں مدفون ہے اسواسطے کہ مصر میں تشہیر کرانے کے بعد ۱۲۲ھ میں جامع مصر کے منبر پر نصب کیا گیا تھا۔ بعد میں وہاں سے چرا کر اس مقام پر دفن کر دیا گیا تھا۔ آخر جب ظاہر ہو گیا تو اسپر یہ مقبرہ تعمیر کیا گیا

لاش سے ظہورِ کرامات جب زید کا تن بے سر برہنہ کر کے دار پر چڑھایا گیا تو بروایت مقریزی اُن کے بدن نے ڈھلک کر ان کی ستر کو چھپا دیا اور ابن عساکر نے لکھا ہے کہ مکڑی نے اس طرح جالا تن دیا تھا کہ ان کی ستر گاہ لوگوں کی نظروں سے محفوظ رہے۔ بنی امیہ نے ان کا منہ قبلہ سے پھیر کر لٹکایا تھا۔ مگر پھر ان کا منہ خود بخود قبلہ کی طرف ہو گیا۔

رسول اللہ کا غمناک ہونا عمدۃ الطالب میں لکھا ہے کہ جب زید کو دار پر لٹکا رکھا تھا تو رسول اللہ صلعم کو خواب میں دیکھا گیا کہ اس درخت کے تنے سے جس پر زید کو لٹکایا گیا تھا لگے ہوئے کھڑے ہیں اور فرماتے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون اے لوگو میرے فرزند کے ساتھ

جنابِ سیّدہ کا گریہ

فارسی ترجمہ تاریخ طبری میں ہے موسیٰ بن حبیب کہتا ہے کہ ایک نیک بی بی نے مجھ سے بیان کیا کہ زید کی شہادت کے تین دن بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ کچھ لوگ عمدہ لباس پہنے ہوئے آسمان سے اُترے اور زید کے گرداگرد کھڑے ہو گئے۔ یہ لوگ اپنا مُنہ پیٹتے اور روتے تھے اُن میں ایک مخدرہ جامہ سبز پہنے ہوئے تھی اُس نے کہا کہ اے زید تجھ کو لوگوں نے قتل کر ڈالا اور تجھے دار پر چڑھایا یہ لوگ تیرے جد کی شفاعت سے محروم رہیں گے۔

میں نے ایک شخص سے پوچھا کہ یہ خاتون جو ایسا کہہ رہی ہے کون ہے جواب دیا کہ یہ رسول اللہ (صلعم) کی دخترِ نیک اختر فاطمہ زہراؑ ہیں۔

اور اسی کتاب میں ہے کہ جب زید بن علی کی شہادت کی خبر جناب امام جعفر صادقؑ کو پہنچی تو روئے اور فرمایا رجالٌ صدقوا ما عاہدوا اللہ علیہ فمنہم من قضی نحبہ ومنہم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا ۵

خروج زید پر امام کا تبصرہ

مقریزی لکھتا ہے کہ امام جعفر صادقؑ سے زید کے خروج کی بابت سوال کیا گیا تو فرمایا خرج علی ما خرج علیہ آباءہ یعنی زید کا خروج بھی اسی بنا پر تھا جس پر ان کے آباؤ واجداد کا۔

عمدۃ الطالب کشف الغمہ اور ریاض الشہادۃ وغیرہ میں لکھا ہے کہ جب زید کے شہید ہونے کی خبر امام جعفر صادق علیہ السلام کو پہنچی تو بہت غمگین ہوئے اور اپنے مال سے ایک ہزار اشرفی ان لوگوں کے عیال میں تقسیم کرائی جو زید کے ساتھ شہید ہوئے تھے۔

ریاض الشہادۃ میں ہے کہ لوگوں نے حضرت صادق علیہ السلام سے آکر کہا کہ حکم بن عباس کلبی نے بنی امیہ کی خوشامد میں یہ اشعار نظم کئے ہیں۔

صلبنا لکم زید علی جذع نخلۃ ولم ارمہدیا علی الجذع یصلب

وقستم بعثمان علیا سفاہتہ وعثمان خیرٌ من علیٍ و اطیب

(ہم نے تمہاری خاطر زید کو درخت کے تنے پر مصلوب کیا۔ حالانکہ میں نے کبھی کسی مہدی کو درخت پر مصلوب ہوتے نہیں دیکھا تھا۔ اور تم اگر حماقت سے علی کا قیاس عثمان کے ساتھ کرتے ہو۔ حالانکہ عثمان علی سے بہتر اور طیب ہیں)۔

یہ سنکر حضرت کمال متغیر ہوئے۔ یہاں تک کہ حضرت کے اعضا کانپنے لگے اور انھیں کانپتے ہاتھوں کو بجانب آسمان بلند کر کے فرمایا خداوندا اگر تیرے اس بندے نے جھوٹ کہا ہے تو اپنے کتوں میں سے ایک کو اسپر مسلط کردے۔ اس کے تھوڑے عرصہ کے بعد بنی امیہ نے حکم بن عباس کو اپنے کسی کام کے واسطے کوفہ بھیجا تھا وہ کوفہ کے کوچوں میں پھر رہا تھا کہ ناگہاں ایک شیر نمودار ہوا اور اُس نے اس ملعون کو پھاڑ ڈالا۔

جب یہ خبر حضرت کو پہنچی سجدۂ شکر بجالائے اور فرمایا الحمد للہ الذی انجز ما وعدنا تمام تعریف ہے اس خدا کے واسطے جس نے ہم سے وعدہ کیا اس کو پورا کیا۔

عیون اخبار الرضا اور امالی شیخ صدوق میں فضیل سے روایت ہے کہ اس صبح کو جسدن زید نے کوفہ میں خروج کیا ہے میں اُن کے پاس گیا سنا کہ وہ کہہ رہے تھے "کون ہے جو اہل شام سے مقاتلہ کرنے میں میری مدد کرے، کیونکہ قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد کو مبعوث برسالت کیا ہے جو کوئی اس کام میں میری مدد کریگا بحکم خدا اُسے روز قیامت بکڑ کر داخل بہشت کر دوں گا۔

تو میں مدینہ گیا اور اپنے مولا جناب جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور دل میں کہا کہ ان کے چچا کے مارے جانے کا حال ان سے بیان نہ کروں گا۔ اس اندیشہ سے کہ ان کو صدمہ ہوگا۔ مگر جب میں داخل ہوا تو خود ہی فرمایا کہ اے فضیل میرے چچا زید کیا ہوئے۔ میں اس شدت سے رویا کہ گریہ گلوگیر ہونے لگا اور جواب نہ دے سکا۔ فرمایا کہ اُن کو قتل کر ڈالا۔ میں نے کہا بیشک خدا کی قسم ان کو قتل کر ڈالا۔ فرمایا اور دار پر بھی تو کھینچا میں نے کہا واللہ ایسا ہی ہوا حضرت رونے لگے اور اشک مثل مروارید غلطاں کے دونوں رخساروں پر جاری ہو گئے۔ پھر فرمایا تم میرے چچا کے ساتھ اس دعوے میں حاضر تھے۔ میں نے عرض کیا حاضر تھا۔ فرمایا تم نے میرے چچا کے دشمنوں میں سے کتنے شامیوں کو قتل کیا میں نے کہا چھ مارے۔ فرمایا خدا مجھ کو بھی اُن کے خون میں شریک کرے۔ خدا کی قسم میرے چچا اور انکے اصحاب دنیا سے شہید گئے۔ اسی طرح جس طرح کہ امیر المومنین اور ان کے اصحاب۔

زید کی مدونہ کرنے والوں پہ امام علیہ السلام کی لعنت

حمزہ بن عمران سے بسند معتبر روی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں اپنے آقا امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فرمایا اے حمزہ کہاں سے آرہے ہو میں نے کہا کوفہ سے پس آپ رونے لگے۔ یہاں تک کہ ریش مبارک آنسوؤں میں غرق ہوگئی۔ میں نے عرض کیا کہ یا ابن رسول اللہ آپ بہت روئے آپ کے رونے سے ہمارے دل میں درد ہوتا ہے۔ آپ اس شدت سے روتے ہیں فرمایا مجھے یاد آگیا جو کچھ کہ میرے چچا زید کے ساتھ سلوک کیا گیا ہے۔ میں نے کہا کہ لوگوں نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا فرمایا میں نے دیکھا کہ میدان جنگ میں تیر

... زائدہ کے پاس لاش کے دفن کرنے پھر نکال کر دار پر
کھینچنے اور پھر جلا کر لاش ہوا میں اُڑا دینے کا حال بیان کر کے (جیسا کہ عمدۃ الطالب سے
نقل ہو چکا ہے) آپ نے فرمایا کہ لعنت خدا کی ہو قاتلِ زید پر اور اُس پر جس نے زید
کی مدد نہ کی اور میں خدا سے شکوہ کرتا ہوں ان باتوں کا جو ہم اہلبیت پر
نازل ہوئیں اور ہو رہی ہیں بعد وفات پیغمبر خدا کے اور اس سے استعانت چاہتا
ہوں دفعِ دشمنانِ اہلبیت میں۔

قاتلانِ زید کا انجام

مقریزی نے الخطط میں اور شبلنجی نے نور الابصار میں لکھا ہے کہ عبد اللہ بن حسین بن علی بن حسینؑ بن علیؑ ابن ابیطالب کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو یہ دعا کرتے سنا کہ "بار الٰہا ہشام زید کو مصلوب کرنے سے رضامند ہوا پس تو اس سے اُس کے ملک کو سلب کر لے اور یوسف بن عمر نے زید کو جلایا ہے اس پر ایسے کو مسلط کر کہ جو اس پر رحم نہ کرے بار الٰہا ہشام کو جلائیو۔ خواہ زندگی میں خواہ موت کے بعد۔

عبد اللہ کہتے ہیں کہ واللہ میں نے ہشام کو جلتے دیکھ لیا جبکہ بنی عباس نے دمشق فتح کیا اور یوسف بن عمر کو دمشق میں دیکھ لیا کہ ہر دروازے پر اس کے اعضا کاٹ کر لگائے گئے تھے۔ اور بنی امیہ کا ملک بھی تھوڑے ہی دنوں بعد اُن کے ہاتھ سے جاتا رہا۔ بنی عباس نے ان کا استیصال کر دیا۔

سفاح نے شاہانِ بنی امیہ کو قبروں سے نکال نکال کر آگ میں جلایا اور خاک ہوا میں اڑا دی ہشام کی قبر کھودی گئی۔ اسکی لاش اپنی حالتِ اصلی پر نکلی کیونکہ عنبر ملکر دفن کی گئی تھی۔ قبر سے نکالکر اُس کے اتنے تازیانے لگائے گئے کہ اس کا گوشت پھٹ گیا۔ پھر سولی پر چڑھایا اس کے بعد اتار کر آگ میں پھونک دیا اور خاک ہوا میں اڑا دی۔

سنِ شریف بروایت واقدی زید کی شہادت ۱۲۱ھ میں ہوئی محمد بن اسحق بن موسیٰ کے موافق ۱۲۰ھ کے بعد ڈیڑھ مہینہ گذرا تھا یعنی ۵ صفر ۱۲۱ھ، زبیر بن بکار کہتا ہے کہ ۱۲۲ھ میں شہید ہوئے ہماری تحقیق میں صفر ۱۲۲ھ صحیح ہے کیونکہ اکثر معتبر مورخین نے ایسا ہی لکھا ہے مگر عمر میں مورخین کو تسامح ہوا ہے۔ عموماً سب نے ۴۲ سال لکھا ہے۔ سوائے ابن خرداد کے جس نے ۴۸ سال کی عمر لکھی ہے۔ حالانکہ ہماری تحقیق کے موافق جو پہلے لکھی جا چکی ہے آپ کی عمر ۵۲ یا ۵۳ سال کی تھی۔

اولادِ کبار صاحب عمدۃ الطالب لکھتے ہیں کہ زیدؑ کے بیٹی کوئی نہ تھی صرف چار بیٹے تھے۔ یحییٰ جو سب سے بڑے تھے۔ ریطہ بنت ابی ہاشم عبداللہ بن محمد بن الحنفیہ کے بطن سے تھے۔ یہ لاولد شہید ہوئے عیسیٰؑ موتم الاشبال۔ ابوعبداللہ حسین ذو الدمعہ اور محمدؒ ان تینوں سے نسل جاری ہوئی چونکہ ان کے حالات بھی درد انگیز اور حیرت خیز ہیں لہٰذا مختصراً حوالہ قلم کئے جاتے ہیں۔

جنابِ یحییٰ کے حالات

خراسان کی طرف روانگی یحییٰ اپنے والد کی شہادت کے بعد کربلا کی طرف چلے گئے اور نینوے میں بشر بن عبدالملک بن بشر کے غلام سابق کے مکان پر اُترے اور ایک روایت ہے کہ جب زیدؑ شہید ہو گئے تو بنی اسد کے ایک شخص نے اُن سے کہا کہ اہل خراسان تم اہل بیت کے شیعہ ہیں

لہ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ زید کے قتل کے بعد یوسف بن عمر غضبناک ہوا اور کہا کہ اے اہل عراق یحییٰ بن زید تمہاری عورتوں کے محلوں میں چھپا پھرتا ہے جس طرح اسکا باپ چھپا پھرتا تھا واللہ وہ اگر مل جاتا تو اس کے ساتھ بھی وہی سلوک کرتا جو اسکے باپ کیساتھ کیا ہے

[illegible] کہا آپ روپوش ہو جائیے یہاں تک کہ یہ لوگ تلاش کرتے کرتے تھک کر بیٹھ رہیں اُس وقت آپ ظاہر ہو جائیے گا پس اُس نے یحییٰ کو اپنے پاس چھپائے رکھا۔ پھر اُسے خوف ہوا اور عبدالملک بن بشر بن مروان کے پاس آکر کہا کہ زید سے تم کو قرابت قریبہ ہے پس اُن کے بیٹے کا حق تم پر واجب ہے۔ اُس نے کہا کیوں نہیں اور اگر اُن کو معاف کر دیا جاتا تو بہت اچھا اور مناسب تھا۔ اسدی نے کہا کہ وہ تو قتل ہو گئے اور ان کا نوعمر لڑکا ہے۔ کہ اس کا کچھ قصور نہیں نہیں ہے۔ اگر یوسف کو اسکا حال معلوم ہو گا تو قتل کر ڈالے گا۔ آیا اسے اپنی حمایت میں لے لیتے ہو۔ عبدالملک نے کہا منظور۔ پس وہ اسدی یحییٰ کو اپنے ساتھ لے آیا پس یحییٰ اُس کے پاس رہے۔ جب یحییٰ کی تلاش کا غلغلہ فرو ہو گیا تو یحییٰ کچھ زیدیوں کو ساتھ لیکر خراسان کی طرف چلے گئے۔ بلخ پہنچے اور حریش بن عمرو بن داؤد کے پاس قیام کیا۔ یہاں تک کہ ہشام مر گیا اور ولید بن یزید اسکی جگہ بادشاہ ہوا اس وقت یوسف بن عمر نے نصر حاکم خراسان کو لکھا کہ یحییٰ بن زید حریش کے مکان میں ہے اُسے وہاں سے پکڑ کر پابجولاں ہمارے پاس روانہ کر دو۔ پس نصر نے حریش کو پکڑ لیا اور کہا کہ یحییٰ کو حاضر کرو۔ حریش نے کہا مجھے نہیں معلوم کہ یحییٰ کہاں ہیں

جناب یحییٰ کی گرفتاری

پس نصر نے حریش کو چھ سو تازیانے لگوائے پھر بھی حریش نے یہی کہا کہ اگر یحییٰ میرے قدموں کے نیچے بھی ہوتے تو ان پر سے قدم ہرگز نہ اٹھاتا۔ جب قریش بن حریش نے اپنے باپ کی یہ حالت دیکھی تو کہا کہ میرے باپ کو قتل نہ کرو میں تمکو یحییٰ تک پہنچائے دیتا ہوں۔ پس اُس نے نصر

ان کو تہدید کی اور برا بھلا کہا۔ آخر تلاش کرنا چھوڑ دیا اور عمدۃ الطالب میں ہے کہ یحییٰ اپنے والد کی شہادت کے بعد پھرتے پھراتے مدائن میں نزول کیا۔ یوسف بن عمر نے ان کی طلب میں آدمی بھیجے یہ بھاگ رے کی طرف اور وہاں سے نیشاپور چلے گئے اور پھر سرخس میں جاکر یزید بن عمر تیمی کے پاس ۶ ماہ قیام کیا۔ آخر بلخ

کو یحییٰ تک پہنچا دیا۔ نصر نے یحییٰ کو گرفتار کر لیا اور ولید کو اس معاملہ کی خبر دی۔ پس ولید نے لکھا کہ یحییٰ کو امان دو اُسکے اور اسکے اصحاب کو چھوڑ دو۔

ولید کے اس حکم کی وجہ عمدۃ الطالب سے یہ ظاہر ہوتی ہے کہ جب یحییٰ کی گرفتاری کی خبر عبد اللہ بن معاویہ بن عبد اللہ بن جعفر طیار کو پہنچی جو اعلیٰ درجہ کے شاعر اور اس وقت خراسان میں مقیم تھے۔ تو اُنھوں نے یہ شعر نظم کئے۔

الیس بعین اللہ ما یفعلونہ　　عشیۃ یحییٰ موثقا فی السلاسل

کلاب عوت لا قدس اللہ سرھا　　فجئن بصید لا یحل لآکل

کیا خدا نہیں دیکھتا جو کچھ یہ لوگ کر رہے ہیں۔ شام کو یحییٰ کو زنجیروں میں جکڑ لیا خدا ان کتوں کا ناس کھوئے جو بھونکتے ہوئے دوڑے اور ایسا شکار لائے جس کا کھانا حلال نہیں ہے

یحییٰ کی رہائی

پھر کیا تھا نامی شاعر کے شعر راستی اور صداقت کا پہلو لیے ہوئے گلی کوچوں میں لوگوں کی زبان پر جاری ہو گئے۔ لوگوں کے دلوں پر کارگر ہوئے۔ اندیشہ فساد ہوا۔ نصر بن سیار نے یوسف بن عمر کو اور یوسف نے ولید بن یزید کو تمام کیفیت سے مطلع کیا اسپر ولید نے کہا کہ فتنہ برپا ہو جانے کا اندیشہ ہی یحییٰ کو چھوڑ دو۔ پس یحییٰ کو چھوڑ دیا۔ نصر نے ان کو دو ہزار درہم اور دو خچر بھی دئے اور کہا کہ ولید کے پاس چلے جایئے۔ یہاں سے روانہ ہو کر یحییٰ سرخس میں آئے اور اقامت اختیار کی۔ اسپر نصر نے عبد اللہ بن قیس بن عباد کو حکم بھیجا کہ یحییٰ کو سرخس سے چلتا کر دو۔ اُس نے سرخس سے نکالا۔ تو بیچارے پھرتے پھراتے بیہق میں آئے۔ یہاں اندیشہ ہوا کہ کہیں یوسف بن عمر قتل نہ کرا دے اُلٹے نیشاپور آئے یہاں عمر بن زرارہ حاکم تھا اور یحییٰ کے ساتھ اسوقت صرف ستر آدمی تھے کہ ناگہاں یحییٰ کو کچھ تاجر نظر آ گئے پس یحییٰ اور اُنکے اصحاب نے اُن کے جانور لے لئے اور

[illegible] ہے۔ عمر بن زرارہ نے یہ حال نصر کو لکھا۔ نصر نے حکم بھیجا کہ یحییٰ سے محاربہ کرو۔

ستر کا مقابلہ دس ہزار سے

عمر دس ہزار فوج لیکر ان ۷۰ ہزار آدمیوں پر آپڑا لڑائی ہوئی نتیجہ یہ ہوا کہ عمر مارا گیا اور اسکی فوج کو یحییٰ نے شکست دے کر بھگا دیا۔ اب تو یحییٰ کو بہت سے جانور ہاتھ آئے۔ یہاں سے بڑھ کر ہرات ہوتے ہوئے آگے بڑھے۔

یحییٰ کی شہادت باپ سے مماثلت

جوزجان پہنچے یہاں سالم بن احوذ سے مقابلہ پیش آیا جسکو نصر بن سیار نے یحییٰ کی تلاش اور مقابلہ کے واسطے بھیجا تھا تین دن لڑائی رہی آخر یحییٰ اور ان کے صحاب نہایت شدید حملے کر رہے اور جان توڑ کر لڑ رہے تھے کہ اتنے میں ایک تیر یحییٰ کی پیشانی پر آلگا یہ تیر بنی عنزہ میں سے عیسیٰ نامی ملعون نے مارا تھا۔ اس کے بعد یحییٰ کے آدمیوں میں سے ایک ایک شہید ہو گیا کوئی نہ بچا۔ یحییٰ کا سر کاٹ لیا اور قمیص اتار لیا گیا۔ لاش کو جوزجان میں دار پر کھینچ دیا اور دار ہی پر رہی۔ یہاں تک کہ ابو مسلم خراسانی نے خروج کرکے ۱۲۹ھ میں خراسان پر غلبہ پایا تو اس وقت لاش کو اتارا اور اسپر نماز پڑھ کر دفن کیا اور خراسانیوں کو حکم دیا کہ ان پر نوحہ کریں۔

دوسری روایت

عمدۃ الطالب میں ہے کہ یحییٰ جوزجان میں آئے تو جوزجان اور طالقان کے لوگ جو پانچسو کے قریب تھے یحییٰ کے ساتھ مل گئے۔ پس نصر بن سیار نے سالم بن احوز کو ان کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا تین دن

---

[1] دو سو سے زیادہ عربی۔ فارسی۔ اردو۔ انگریزی کی مختلف ممالک کی تاریخیں مؤلف کی نظر سے گذریں مگر کسی تاریخ میں کسی قوم و قبیلہ اور کسی مذہب کے ۱۸ سالہ نوجوان کی ایسی شجاعت نظر سے نہیں گذری کہ ستر آدمیوں سے دس ہزار جرار لشکر کو شکست دی ہو اور سردار لشکر کو قتل کر دیا۔

جنگ ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ یحییٰ کے تمام ساتھی شہید ہو گئے اور وہ اکیلے رہ گئے
پس وہ بھی جمعہ کے دن عصر کے وقت قریہ ارغوی کے قریب ۱۲۵ھ میں شہید ہو گئے

ماں کی گود میں بیٹے کا سر

سورۃ بن محمد نے ان کا سر کاٹ لیا اور عنزی نے ان کے کپڑے اتار لئے۔ جب یحییٰ شہید ہوئے تو اُن کی عمر ۲۸ سال کی تھی ان کا سر ولید بن یزید کے پاس روانہ کیا گیا۔ ولید نے مدینہ بھیجا اور یحییٰ کی والدہ ریطہ کی گود میں ڈالدیا گیا۔ مظلوم ریطہ نے اسکی طرف دیکھ کر کہا تم نے عرصہ دراز تک بھگا بھگا کر مجھ سے میرے لخت جگر کو جدا رکھا۔ اب قتل کر کے میرے پاس بطور ہدیہ کے لائے ہو

(۲) عیسیٰ بن زید کے حالات

آپ کی روپوشی

(۲) عیسیٰ موتم الاشبال۔ انکی کنیت ابو یحییٰ تھی۔ یہ ابراہیم بن عبد اللہ قتیل باخمری کے وصی اور علمدار تھے۔ جب ابراہیم شہید ہو گئے تو عیسےٰ روپوش ہو گئے اور تا دم الحیوۃ روپوشی میں رہے۔ منصور عباسی نے فرمان امان بھی ان کے نام مؤکد بحلف صادر کر دیا تھا کیونکہ وہ ان سے ڈرتا بہت تھا اور اُسے یہی خیال لگا رہتا تھا کہ کہیں خروج نہ کر بیٹھیں۔

جب عیسیٰ سے اس امان نامہ کی بابت کہا گیا تو جواب دیا۔ واللہ اگر منصور کو ایک رات بھی مجھ سے خوف میں گذرے تو مجھے دنیا وما فیہا سے زیادہ پسند ہے

کنیت کی وجہ

ان کو موتم الاشبال (شیر کے بچوں کو یتیم کرنے والا) اس سبب سے کہتے ہیں کہ انھوں نے ایک بچوں والی شیرنی کو مارا تھا عیسیٰ نے محمد نفس الزکیہ اور پھر ان کے بھائی ابراہیم کے ساتھ منصور پر خروج کیا تھا اور ...

حسن مثنیٰ کے بیٹے عبد اللہ کے بیٹوں میں سے محمد تھے جنکا لقب النفس الزکیہ کہتے تھے مدینہ میں ... اور محمد کے بعد ...

[illegible] منصور اور مہدی اور ہادی

تینوں عباسی بادشاہوں کے زمانہ میں روپوش رہے جب انتقال کیا تو حسن بن صالح نے ان پر خفیہ طور پر نماز پڑھی اور دفن کر دیا۔

گردش لیل و نہار اور عبرت خیز واقعہ

ایام اختفا میں ایک سقوں کے سردار کے ملازم ہو گئے تھے اس کی طرف سے ایک اونٹ پر دو پکھالیں لاد کر اسکو مٹکاوں میں پانی بھرا کرتے تھے۔ نقیب تاج الدین نے اپنی سندوں کے ساتھ عیسیٰ کے بھتیجے محمد بن محمد بن زید شہید سے روایت کیا ہے محمد کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد محمد بن زید سے کہا کہ میں اپنے چچا عیسیٰ سے ملنے کا مشتاق ہوں۔ انھوں نے کہا اے فرزند تم کوفہ جاؤ اور شہر میں پہنچکر فلاں کوچہ کے نکڑ پر جا بیٹھو اسوقت تم کو ایک مرد دراز بالا گندم گوں۔ پیشانی پر نشان سجود وہاں سے گزرتا دکھائی دے گا ایک شتر آبکش جسپر دو پکھالیں پانی کی لدی ہونگی اس کے آگے آگے ہوگا۔ ہر قدم پر ذکر تسبیح و تکبیر و تہلیل و تقدیس اسکی زبان سے جاری ہوگا وہی تمھارا چچا عیسیٰ ہے۔ آگے جاکر سلام کرنا۔ محمد کہتے ہیں کہ میں کوفہ آیا اور مقام مذکور پر پہنچکر ایک جگہ بیٹھا انتظار کر رہا تھا کہ اتنے میں ایک شخص اسی صورت اور خلقت کا کہ میرے باپ نے بیان کیا تھا نمودار ہوا میں دوڑ کر ہاتھوں کو بوسہ دینے کی غرض سے جھکا وہ جھجکے اور متوحش ہوئے میں نے کہا کہ میں آپ کا بھتیجا محمد بن محمد ہوں اندیشہ نہ کیجئے۔ بارے سکون ہوا اونٹ کو بیٹھایا اور ایک دیوار کے سایہ میں بیٹھکر مجھ سے باتیں کرنے اور اہل و عیال کا حال پوچھنے لگے۔ پھر مجھے وداع کیا اور کہا اے فرزند پھر یہاں نہ آیو کہ مبادا شہرت ہو کر میری گرفتاری کا باعث ہو۔

[illegible]

حتی کہ اس عورت سے ان کے ایک لڑکی بھی پیدا ہوئی وہ لڑکی سن بلوغ کو پہنچی تو سقا جس کے گھاٹوں میں زید پانی بھرتے تھے اُس کے بھی ایک لڑکا تھا اتفاقاً وہ بھی ان ہی دنوں میں جوان ہوا وہ سقا مطلقاً عیسیٰ کو پہچانتا نہ تھا صرف ایک نیک مرد سمجھتا تھا۔ اپنی زوجہ سے کہنے لگا کہ یہ مرد نہایت صالح اور عابد ہے۔ ہم اپنے لڑکے کا رشتہ اسکی لڑکی سے کرلیں اور پھر دونوں نے زوجۂ عیسیٰ سے اپنا یہ ارادہ بیان کیا زوجہ عیسیٰ نے یہ سنا تو مارے خوشی کے اچھل پڑیں اور گمان کیا کہ اس سے بہتر جگہ ہمکو اور کون سی ملے گا اسکی تو امید بھی نہ ہوسکتی تھی اور خوشی خوشی اپنے شوہر عیسیٰ سے یہ حال بیان کیا عیسیٰ نہایت پریشان ہوئے کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کریں۔ ناچار لڑکی کے حق میں دعائے ہلاکت کی۔ پس وہ مرگئی اور عیسیٰ نے اس کمینہ رشتے سے خلاصی پائی لڑکی مرگئی تو عیسیٰ زار زار روتے اور بے قرار ہوتے تھے دوستوں میں سے ایک شخص نے جو ان کو جانتا تھا کہا قسم خدا کی میں تمکو شجاع ترین مردم جانتا تھا تعجب ہے کہ ایک لڑکی کے مرنے پر اس قدر جزع و فزع کرتے ہو۔

عیسیٰ نے کہا کہ میں اس کے مرنے پر نہیں روتا۔ قلق مجھ اسبات کا ہے کہ افسوس یہ لڑکی مرگئی اور اسکو آخر دم تک یہ نہ معلوم ہوا کہ میں رسول اللہ کی لخت جگر ہوں

جناب عیسیٰ کی وصیت

بالجملہ عیسیٰ نے بوقتِ وفات حاضر کو کہ اُن کی اصحاب سے اور بمنزلہ اُن کے وزیر کے تھا وصیت کی کہ میرے دونوں کمسن لڑکوں احمد اور زید کو ہادی خلیفہ عباسی کے سپرد کردینا۔ چنانچہ حاضر اُن کی وفات کے بعد دونوں بچوں کو ہادی کے پاس لیگیا اور بذریعہ صاحب اطلاع دی۔ ہادی کو سخت تعجب ہوا۔ اندر بلوایا اور جب معلوم ہوا

کہ عیسیٰ نے قضا کی تو سجدۂ شکر میں جھک گیا۔ اور دیر تک سجدہ میں پڑا رہا۔

آپ کے بیٹوں کی پرورش دشمن کی گود میں

پھر دونوں لڑکوں کو اپنے زانو پر بٹھایا اور روتا رہا بعد ازاں حاضر سے کہا کہ ہمکو عیسیٰ کی زندگی میں تمہاری طرف سے کھٹکا لگا رہتا تھا۔ اب وہ مر گئے تو تمہاری خطا معاف کرتا ہوں اور کچھ مال حاضر کو دینا چاہا مگر اُس نے قبول نہ کیا اور چلا گیا۔ اور عیسیٰ کے دونوں بچوں نے ہادی کے پاس پرورش پائی

(۳) ابو عبد اللہ حسین کے حالات

امام جعفر صادقؑ کی گود میں تربیت

ابو عبد اللہ الحسین ذو الدمعہ یا ذو العبرہ ان کی والدہ ام ولد تھیں۔ زید کی شہادت کے وقت ۷ سال کے تھے امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب سے تھے۔ حضرت ہی نے اُن کی پرورش کی تھی۔ آپ ہی سے اُنھوں نے علم و فضل حاصل کیا تھا

کنیت کی وجہ

ان کو کثرتِ گریہ کی وجہ سے ذو الدمعہ یا ذو العبرہ کہتے ہیں۔ آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے پس اُنھوں نے اپنی بیٹی مہدی محمد بن منصور عباسی سے بیاہ دی تھی ان کا انتقال ۱۳۵ھ میں ہوا

(۴) محمد ابنِ زید کے حالات

طبرستان کی بادشاہت

یہ جناب زیدؑ کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے اِن کی کنیت ابو جعفر تھی۔ ان کی والدہ اُم ولد سندیہ تھیں۔ بڑے فاضل نبیل تھے۔ ان کی مروت و فتوت کے عجیب عجیب واقعات ہیں کہتے ہیں کہ

جب خراج آتا تو دیکھا کرتے کہ فلاں فلاں گذشتہ کا کتنا باقی ہے۔ پس اس مال کو اول ان لوگوں میں جو قریش ہوتے کے مدعی ہوتے۔ پھر انصار۔ فقہاء اور قاریوں میں پھر مختلف لوگوں کے طبقہ میں تقسیم کردیتے۔ یہاں تک کہ اس میں سے ایک درہم بھی نہ بچتا۔

دشمن سے مروت

ایک دن کا ذکر ہے کہ وہ بیٹھے تقسیم کررہے تھے۔ جب بنی ہاشم میں تقسیم کرچکے تو دیگر بنی عبد مناف کو بلایا۔ انہیں سے ایک شخص انکے پاس آکر کھڑا ہوا۔ داعی نے کہا تو بنی عبد مناف کی کونسی شاخ سے ہے۔ اسنے کہا بنی امیہ سے۔ پوچھا بنی امیہ کی کونسی شاخ سے وہ چپ ہوا۔ داعی نے کہا معلوم ہوا کہ تم معاویہ٭ کی نسل سے ہو اسنے کہا ہاں۔ پوچھا معاویہ کے کس بیٹے کی نسل سے ہو۔ پھر وہ رکا۔ کہا داعی نے کہا تو نے اپنے حق میں بہت برا کیا تو آل ابیطالب سے خواستگار مروت و محبت ہے۔ حالانکہ وہ تجھپر انتقام رکھتے ہیں۔ شام اور عراق میں ایسے لوگوں کے پاس جاتا جو تیرے باپ دادا کے محب ہیں۔ وہ تیرے ساتھ اچھا سلوک کرتے۔ پس اگر ناواقفیت کی وجہ سے آیا ہے تو اب وہ ناواقفیت باقی نہیں رہی اگر مسخراپن کرنے اور ہنسی اڑانے آیا ہے تو تو نے اپنے نفس کو خطرے میں ڈالا۔ اسپر علویوں نے اسکی طرف تیز نظر سے دیکھا مگر محمد بن زید داعی نے ان کو ڈانٹا اور کہا کہ کیا کرتے ہو خبردار جو اسکی طرف نظر اٹھاکر بھی دیکھا۔ کیا یہ تمھارا گمان ہے کہ اس کے قتل کرنے سے میرے جد امام حسینؑ کے خون کا انتقام ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی جرم کے کسی نفس سے مطالبہ کرنا حرام کیا ہے۔ واللہ جو اس کے ساتھ برائی کرے گا میں اس سے بدلہ لوں گا۔

٭ معلوم ہوتا ہے کہ یزید کی نسل سے ہو۔ اسنے کہا ہاں۔

صلہ رحم کی ایک روایت

دیکھو میرے والد ماجد نے اپنے پدر بزرگوار سے روایت کیا ہے۔ فرماتے تھے کہ منصور کے سامنے

ایک آدمی درجہ کا جوہر نہیں کیا گیا بلکہ وہ مکہ میں تھا وہ اسے پہچان گیا اور کہا

کہ یہ جوہر تو ہشام ابن عبد الملک کا ہے اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ اب یہ اُسکے

بیٹے محمد کے پاس ہے اور اُن میں سے صرف محمد ہی باقی رہ گیا ہے - پھر ربیع کو

کو حکم دیا کل جب تو صبح کی نماز مسجد حرام میں لوگوں کے ساتھ پڑھ چکے تو تمام

دروازے بند کر کے ان پر اپنے معتمد پہرے دار مقرر کر دیجیو - پھر ایک دروازہ

کھولکر وہاں خود کھڑا ہو جائیو اور سوائے ایسے شخص کے جسکو تو جانتا ہو کسی اور کو

باہر نہ نکلنے دیجیو - ربیع نے ایسا ہی کیا - محمد بن ہشام سمجھ گیا کہ یہ سب کارروائی

میرے پکڑنے کے واسطے ہوئی ہے - نہایت پریشان ہوا - اتنے میں محمد بن زید

بن علی کا گزر محمد بن ہشام کے پاس سے ہوا - دیکھا کہ ایک شخص حیران و پریشان

کھڑا ہے - صورت یہ ہے کہ نہ تو محمد بن زید محمد بن ہشام کو جانتے ہیں اور نہ

وہ ان کو پہچانتا ہے - فرمایا اے شخص تو جو حیران کھڑا ہے کون ہے اور کیا بات

ہے - کہا امان پاؤں تو کہوں - محمد بن زید نے کہا تمکو امان ہے تم میرے ذمہ ہو

اسوقت تک کہ تمکو خلاص کر دوں - کہا میں محمد بن ہشام ہوں - آپ کون

ہیں - کہا میں محمد بن زید بن علی ہوں - کہا بس تو اب میری جان کا اللہ ہی

مالک ہے - فرمایا ڈرو نہیں کوئی تم نے زید کو قتل نہیں کیا - نہ تمہارے قتل

کرنے سے زید کے خون کا انتقام ہو سکتا ہے - اس وقت تو تمہارے اسلام کی

وجہ سے مجھے تمہاری خلاصی زیادہ گوارا ہے اور پسندیدہ ہے - مگر معاف کرنا

تمہاری خلاصی کے لئے مجھے اپنے ہاتھ اور زبان سے ایسا کرنا پڑے گا جو تمکو

برا معلوم ہوگا - محمد بن ہشام نے کہا میں نے تمکو اختیار دیا جو چاہے سو کرنا - مگر

میری جان بچ جائے - پس محمد بن زید اپنی چادر محمد بن ہشام کے سر اور منہ اور

کہا اے ابو الفضل (ربیع کی کنیت ہے) یہ خبیث کوفہ کا جمال ہے اس نے اپنے اونٹ مجھے مکہ پہنچانے اور واپس لیجانے کے اقرار سے کرایہ پر دئے تھے یہاں میرے پاس سے بھاگ گیا اور اپنے اونٹ بعض خراسانی سرداروں کو کرایہ پر دیدیے ہیں۔ میں اس کے مقابلہ میں گواہ بھی رکھتا ہوں۔ آپ میرے ساتھ دو سپاہی کر دیجیے۔

پس ربیع نے دو سپاہی اُن کے ساتھ کر دئے۔ جب مسجد سے دور ہو گئے تو محمد بن زید نے محمد بن ہشام سے کہا بول اے خبیث میرا حق دیتا ہے یا نہیں اُس نے کہا ہاں یا ابن رسول اللہ میں حاضر ہوں۔ پس محمد بن زید نے سپاہیوں سے کہا اب تم جاؤ اسے چھوڑ دو۔ انھوں نے چھوڑ دیا اور چلے گئے۔

پس محمد بن ہشام نے محمد بن زید کا منہ چوم لیا اور کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اللہ ہی خوب جانتا ہے جس مقام پر اپنی رسالت قرار دیتا ہے یہ کہہ کر اُس نے ایک جوہر نکالا جو بڑا بیش قیمت تھا اور محمد بن زید کے سامنے پیش کیا اور کہا اسے قبول کر کے حقیر کی عزت افزائی فرمائیے۔ فرمایا ہم اہل بیت احسان کی قیمت نہیں لیا کرتے۔ میں نے تو تم سے اس سے بڑی چیز چھوڑ دی یعنی اپنے والد بزرگوار زید بن علی کا خون۔ اب تم کامیابی کے ساتھ چلے جاؤ مگر روپوش رہنا جبتک کہ منصور تمہاری طلب میں تھک تھکا کر بیٹھ رہے۔ کیونکہ اس وقت وہ تمھاری گرفتاری میں سخت کوشش کر رہا ہے

دشمن پر برابر کی تقسیم

یہ واقعہ بیان کر کے داعی محمد بن زید حسینی نے اس اموی کو بھی اتنا ہی دلوا دیا جتنا دیگر بنی عبد مناف کو دیا تھا۔ اپنے تمام علاقہ میں اسکو امان نامہ لکھدیا اور اپنے آدمی ساتھ کر دیے کہ اسکو اس کے مامن (جائے پناہ) تک پہنچا آئیں۔

یہ ہے حضرت کا کارنامہ خاندانِ نبوت کا کہ اپنے دشمنوں سے اس طرح پیش آتے رہے ؎

بدی را بدی سہل باشد جزا
اگر مردی احسن الٰی من اسا

تبصرہ

جناب زید کو ایک مذہب کا بانی بتایا جاتا ہے جس کو آپ کے ساتھ منسوب کر کے زیدیہ کہا جاتا ہے یہ بالکل اس مظلوم پر افترا ہے وہ ہرگز اس عقیدے کے قائل نہ تھے جو زیدیہ کا ہے۔ اُن غریب نے نہ کبھی امامت کا دعوےٰ کیا نہ کبھی کوئی مسلک اپنے آبا و اجداد کے خلاف اختیار کیا وہ مذہبِ امامیہ اثناعشریہ کے پابند تھے۔ ائمہ اثناعشر کی امامت کے قائل تھے۔ جیسا کہ ہم اسی رسالہ میں ثابت کر چکے ہیں۔

اور صاحب تاریخ مذاہبِ الاسلام نے بھی جو سنی ہیں صاف لکھ دیا ہے کہ "زید کے طرفداروں نے اپنا ایک جداگانہ مذہب نکال لیا۔ جس سے ثابت ہوا کہ خود زید کا یہ مذہب نہ تھا۔ ان کی طرف اس مذہب کی نسبت بالکل غلط ہی یہ تو لکھ دیا مگر ساتھ ہی تائید صحت خلافت ثلاثہ کا مضمون بھی لکھے بغیر نہ رہ سکے۔ لکھتے ہیں کہ زیدیہ کا خالص مذہب یہ ہی کہ اصحاب کبار پر تبرا نہیں کرتے اور زید سے بہت سے نصوص[1] اس مدعا پر نقل کرتے ہیں اور سب کو نیکی کے ساتھ یاد

---

[1] وہ نصوص یا تو جعلی مصنوعی ہوں گے یا کسی موقع پر کوئی بات تقیہ میں کہدی ہو گی جب ہمکو زید کا اصل مذہب ثابت ہو چکا تو ہم ہرگز اُن وضعی نصوص پر اعتماد نہیں کر سکتے۔ خصوصاً ایسی صورت میں کہ داعیان زیدیہ کا ایک جداگانہ مذہب نکالنا بھی کتب تواریخ سے ثابت ہے

ثلاثہ کو دیدی - یہ بھی کہتے ہیں کہ بیعت خلفا کی خطا نہ تھی - اس واسطے کہ جناب امیر علیہ السّلام اُس سے راضی تھے - اور معصوم خطا و باطل سے راضی نہیں ہوتا - حضرت ابوبکر کے خلیفہ کرنے میں مصلحت تھی - اس واسطے کہ حضرت علی کی تلوار ابھی دشمنانِ دین کے خون سے خشک نہوئی تھی - ان کی طرف سے عداوتیں دلوں میں موجود تھیں - اگر اُن کو خلیفہ کردیتے تو شاید دین میں خلل پڑ جاتا اور انتظام بگڑ جاتا - اور حضرت ابوبکر کے مقرر کرنے میں جھگڑوں کے دفعیہ کا خیال تھا ان کا سارا مذہب امامت کے باب میں اہل سنت وجماعت کے موافق تھا - فرق صرف اسقدر ہے کہ ان کے نزدیک امام کا فاطمی ہونا شرط ہے - اور جب وہ فاطمی کسی غیر فاطمی کو امامت سپرد کردے تو اسکی امامت منعقد ہوجاتی ہے -

یہ حال ان لوگوں کا تھا جو خاص زیدِ شہید کے متبع تھے[1] - پھر بعض علمائے زیدیہ نے بعض باتیں اسماعیلہ اور امامیہ کے مذہب سے لیکر مذہب زیدیہ میں داخل کرکے اپنے جدا جدا کئی فرقے بنا لیے[2] -

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے لکھا ہے کہ سارے زیدیہ اصول میں معتزلی ہیں - مگر مسئلہ امامت میں معتزلہ سے مخالف ہیں -

شرح مواقف میں ہے کہ ہمارے زمانہ میں زیدیہ اصول میں معتزلہ کے اور فروع میں ابوحنیفہ کے مقلد ہیں - صرف چند مسائل میں اختلاف رکھتے ہیں -

---

[1] اگر یہ صحیح بھی ہو تو طرفدارانِ زید کا یہ عقیدہ تھا - خود زید کا یہ عقیدہ ثابت نہیں

[2] جو باتیں جناب زید علیہ الرحمۃ کی اصل تعلیم کی علماء نے لکھدیں اُن کو کہدیا کہ اسماعلیہ وامامیہ سے لی ہیں - اور جو باتیں اہل سنت کے حسب منشا نہیں اُن کو کہدیا کہ جناب زید علیہ الرحمۃ

کے قائل ہیں۔ امام محمد باقر اور بقیہ آئمہ اثنا عشر کو نہیں مانتے ان کا عقیدہ امامت کے بارہ میں اُن خصائل و شرائط سے معلوم ہوتا ہے جو احمد بن یحییٰ یمنی زیدی المتوفی سنہ ہونے اپنی کتاب الازہار میں لکھی ہیں۔

خصائل امام علم۔ زہد اور شجاعت رکھتا ہو اولادِ فاطمہ سے ہو۔ خواہ حسنی ہو خواہ حسینی تبیین الوجہ۔ کسی طرح کی آفت اسمیں نہ ہو۔ تلوار کے ساتھ خروج کرے اور لوگوں کو اپنی طرف بلائے۔

شرائط امامت یہ ہیں (۱) مکلف ہو (۲) مرد ہو (۳) آزاد ہو (۴) علوی فاطمی ہو (۵) حواس اعضا درست ہوں (۶) علوم دینی کا مجتہد ہو (۷) صاحب عدالت ہو (۸) سخی ہو اسبات میں کہ جہاں مال خرچ کرنا مناسب ہو وہاں خرچ کرے اور بیکار خرچ نہ کرے (۹) مدبر ہو یعنی اسکی رائے زیادہ تر صائب ہو (۱۰) جری اور بہادر ہو ایسے محل پر جہاں اپنی سلامتی کی امید ہو (۱۱) ایسے وقت میں دعوت کرے کہ اسکی دعوت سے پہلے کسی شخص جامع الشرائط کی جانب سے دعوتِ امامت نہ ہو چکی ہو اور کوئی اور ایسا آدمی نہ مان لیا گیا ہو۔ نہیں تو یہ دوسرا شخص باغی قرار پائے گا اور ایک زمانہ میں دو اماموں کا ہونا صحیح نہیں یہ ہے عقیدہ امامت میں ان لوگوں کا جو اپنے مذہب کو جناب زید کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

تنبیہ:۔ بعض ناواقف جب کسی شخص کے نام کے ساتھ زید لکھا ہوا دیکھتے ہیں تو خیال کرتے ہیں کہ اس شخص کا مذہب بھی وہی ہوگا جسکی مختصر کیفیت اوپر بیان ہوئی جو زید کی طرف مخواہ منسوب کیا جاتا ہے۔ حالانکہ زیدی ایسے شخص کو بھی کہتے ہیں

مختصر فہرست کتب مذہبِ حقۂ شیعہ مطبع یوسفی دہلی

حرز المومنین یعنی انوارِ معظم (اردو)

عملیات میں ایسی کتاب اس وقت تک آپ کی نظر سے نہ گذری ہوگی۔ سفید سرامپوری کاغذ پر نہایت حسن اہتمام سے طبع ہوئی ہے اور پانچ باب پر منقسم ہے۔ باب اول خواصِ سورہائے قرآنی مع ترتیب خواندگی وختم عمل باب دوم ادعیہ متعلق دوازدہ ساعت روزمرہ منسوب بہ آئمہ طاہرین و ہتیار مع دعائے ہفت قاموس و ہفت ہیکل و سیفید سرقدسیہ و عرائض کشایش رزق باب سوم نماز قضائے حاجت۔ باب چہارم حرز ہائے مجرب باب پنجم کیت بیشمار دافع امراض غرض اعمال ووظائف مذہب شیعہ میں ایسی بے مثل جامع کتاب اسوقت تک طبع نہیں ہوئی ہے۔ ان تمام خوبیوں پر قیمت صرف ایک روپیہ بارہ آنہ (عہ ۱۲ ۱ر)

تفسیر عمدۃ البیان ہر سہ جلد بزبان اردو

کلام اللہ کی یہ بے نظیر تفسیر آیۃ اللہ فی العالمین حاجی الحرمین الشریفین مقبولِ بارگاہِ لم یزلی جناب مولانا ومقتدانا مولوی السید عمار علی صاحب اعلی اللہ مقامہ فی فرادیس الجنان کی تصنیفات سے چھپکر تیار ہوگئی ہے۔ ہندوستان کے ہر گوشہ میں اور شیعی دنیا کے ہر طبقہ میں اسقدر مقبول ہوئی ہے کہ چار دفعہ طبع ہونے پر بھی اسکی مانگ ملک کے ہر چہار اطراف سے برابر چلی آتی ہے۔ یہ مقدس تفسیر دس دس پاروں کی تین جلدوں میں شایع ہوئی ہے فریقین کے متنازعہ فیہ مقامات اور مناظرہ کی سرخیوں کو حاشیہ پر خاص جلی قلم سے لکھا ہے قسم اول کاغذ ولایتی ہر سہ جلد للعہ ۱۲ر قسم دوم ہر سہ جلد حنائی للعہ ۱۴ ۱ر روپیہ

تاریخ اعثم کوفی اردو

یہ کتاب علم تاریخ و سیر میں اول درجہ کی مستند کتاب ہے اہل جماعت تو اس لئے قدر افزائی کرتے ہیں کہ ان کے ایک

فاضل جلیل و نامور کی تصنیف ہی اور حضرات شیعہ اس لئے قدر افزائی کرتے ہیں کہ مصنف کے قلم سے اکثر مقامات پر کلماتِ حق بے ساختہ نکل گئے ہیں اور مذہبِ حق کی جا بجا سے تائید ٹپکتی ہے اس تاریخ میں جنابِ رسول خدا کی وفات کے بعد سے لیکر اعنی جس وقت سے کہ بنی ساعدہ کے چھتے میں خلافت کی بابت شوریٰ ہوا اور یہ کہ خلافت ابوبکر کی کیونکر قرار پائی اور بنی ہاشم کو بھی شریکِ مشورہ کیا یا نہیں خلافت اول میں فتوحاتِ اسلامی کی کیا کیا صورتیں ہیں۔ خلافت اول کے بعد دوم خلافت کس طرز و طریق پر قایم ہوئی اور اس نے کیا کیا رنگ جمائے۔ جناب علی مرتضیٰ نے ابوبکر کی جانشینی کے وقت حق خلافت کن الفاظ میں جتلایا اور خلیفتین نے کیا کیا عذرات پیش کئے اور خلفائے مذکورہ کے ہوا خواہوں نے کن الفاظ میں معذرت کی اور خلافتِ سوم کی کیا حالت رہی اور بعض بدعات و مخترعات و خلاف ورزی احکام کی بدولت کیا ناشدنی واقعہ پیش آیا۔ پھر خلافت مرتضوی کس جوش و خروش سے تسلیم کی گئی۔ الغرض سقیفہ بنی ساعدہ کے شورے کی بدولت فرزند رسول الثقلین کیا کیا تکلیفیں اٹھا کر راہی جنت ہوئے تا شہادت مظلوم کربلا علیہ التحیۃ والثنا علیہ السلام کل کیفیت درج ہے یہ کتاب در اصل بزبان فارسی تھی۔ ہم نے بصرف زر کثیر وسعی بلیغ اسکا ترجمہ اردو زبان میں کرایا ہے (جدید الطبع) قیمت چار روپیہ

نیرنگ فصاحت ترجمہ اردو نہج البلاغہ

وہ نایاب گوہر جسے شیعی دنیا کی نگاہیں تلاش کر رہی تھیں۔ وہ انمول موتی جو عربیت کے خزانہ میں مکنون تھا۔ وہ اعلیٰ مضامین جو اردو داں پبلک کی نگاہوں سے پوشیدہ تھے وہ مقدس الفاظ جنکی زیارت کے لئے آنکھیں ترستی تھیں پند و نصائح کا وہ خزانہ جس سے ہر شخص استفادہ حاصل نہ کرسکتا تھا۔ معرفت کا وہ چھلکتا ہوا ساغر جس سے سرشار ہونیکی ابھی تک کوئی سبیل پیش نظر نہ تھی آج زمانہ کی محفل میں گردش کر رہا ہے اور وہ شراب گلرنگ

سرہند چلی آتی تھی ایک عربی نثر اور جوروش ہندی لباس میں جلوہ کناں ہے زمزم کے پانی میں گنگا جمنی رنگینیاں جھلک رہی ہیں۔ مکی و مدنی لہجہ کی شیرینیاں اردوئے معلیٰ کی ملاحتوں میں مل کر تضاد کا کام کئے دیتی ہیں اور مولود حرم کے الفاظ خاص ہماری زبان میں ہمارے کانوں میں گونج رہے ہیں اس سے بڑھ کر شیعہ پبلک کی اور کیا خوش قسمتی ہو سکتی ہے اس مژدۂ جاں بخش کو سنکر ہمارے دینی بھائی جسقدر اظہار مسرت کریں تھوڑا ہے اور اس مبارک موقعہ کی یادگار میں اگر جان و مال قربان کر دیں تو کم ہے شیعی دنیا کو خوب معلوم ہے کہ اس عظیم الشان کتاب کے ترجمہ کی ضرورت ایسی محسوس ہو رہی تھی کہ شیعہ کانفرنس کو اسپر متوجہ کیا گیا تھا۔ حقیقتہً یہ ایک عجیب و غریب اور نہایت محنت اور دقت طلب کام تھا جو ہماری ناچیز کوشش اور ہمارے ہی کمزور دماغ کی حد وجہد سے حسن اختتام کو پہنچا اور یہ اسی پروردگار کا تفضل ہے جس نے اس قابل کیا کہ اس گرانبہا تحفہ کو آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ قیمت چار روپیہ

سراج المبین فی تاریخ امیر المومنین ع

حضرت امیر خیبر گیر جناب علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے حالات کی وہ زرین تصنیف ہے جس کے اشتیاق میں ایک عرصہ سے مومنین با تمکین مضطرب و بے چین تھے۔ خصوصاً اُن حضرات کا شوقِ دید ہمارے لئے ایک تازیانہ کا کام کر رہا تھا جن کے مکمل سلسلہ میں یہی ایک ابتدائی تاریخ کی کمی تھی۔ کاغذ باوجود گرانی کے قسم اول سفید ۲۰ پونڈ وزن کا لگایا گیا ہے ضخامت ۹۶۲ صفحات صرف ۵۰۰ جلدیں طبع ہوئی ہیں جن میں سے ڈیڑھ سو جلد کی درخواستیں موصول ہو چکی ہیں۔ بقیہ ساڑھے تین سو جلدیں مشتاقین کی کثرت کے سامنے کیا حقیقت رکھتی ہیں۔ اس لئے جو حضرات فوراً طلب فرمائیں گے وہ اس جوہر بے بہا کو حاصل کر سکتے ہیں۔ ورنہ طباعۃ ثالثہ کا انتظار ہم نہیں کہہ سکتے کہ کب تک پورا ہوگا۔ مصنفہ خان بہادر

مختصر فہرست کتب شیعہ مطبع یوسفی دہلی

تصویر کربلا - تاریخی و جغرافیائی حالات کربلا ۱۰ر

اشک غم (۱۸) سوز خوانی کے بہترین مرثیے طبع جدید عہ

عیون البکا چہل مجلس و دہ مجلس عطا مقبول کتاب ۱۲ر

تذکرۃ الطاہرین اردو میں تحقیقی اور صحیح مصائب کربلا ۱ہر

ابواب المصائب مجالس یوسف مصر سے شروع اور بعد کربلا پر ختم ۱۰ر

بزم ماتم - مادحین اہلبیت کے کئی سو مشہور سلام ۱۱ر

ثبوت شہادت - منکر شہادت کا جواب صحاح ستہ سے ۵ر

ذائقہ ماتم چہل مجلس نظم و نثر کی مشہور کتاب ۱ہر

معراج غم فی مجلس ماتم ہر دو جلد مقفی و مسجع عبارت ۸ر

مجموعہ مخمسات کئی سو سلاموں پر بے نظیر مخمس ۱۲ر

مراثی نگار رزم بزم میں نہایت عمدہ تحت اللفظ کے مراثی ۱ہر

نیرنگ فصاحت اردو ترجمہ نہج البلاغۃ (للعہ)

نجم الہدیٰ مذہب شیعہ پر بزدلانہ اعتراضات کے جواب ۱ہر

مودۃ الاسلام قرابائے رسول کی محبت سب پر فرض ہے ۱۰ر

گلدستہ فضا سوز خوانی کے سلاموں کا بے نظیر ذخیرہ ۷ر

فال جعفری - بتعبیر خواب (دو آنہ)

قصہ جمیلہ بنت عامر صحابی رسول کی دختر کا واقعہ ۲ر

خلیفہ ثانی کا وہ لاثانی جواب جسنے مہر سکوت لگا دی ہے ۸ر

تصویر غالب و مغلوب - مناظرہ مولوی سجاد حسین صاحب ۸ر

فیض عام حسینیہ امام جعفر صادق کے خانہ امامت کی ایک کنیز حسینیہ نامی کا ہارون ملعون کے دربار میں تمام علماء مخالفین سے مناظرہ میں شاندار فتح ۸ر

زین المتقین - اردو وظائف و اذکار مذہب شیعہ ۲ر

تذکرۃ المعصومین میلاد رسول مقبول سے لیکر دوازدہ امام و چہاردہ معصومین تک جملہ حالات و واقعات ولادت فضائل مصائب و شہادت ۸ر

تنبیہ المنکرین مخزن الفرائض جواز متعہ و تقسیم ترکہ ۵ر

احکام النساء نسوان کیلئے احکام شرع بزبان اردو ۴ر

آیات جلی فی شان مولانا علی ہم سو آیتیں مولا کی شان میں ۱ہر

اعجاز داودی مناظرہ میں دلچسپ اضافہ خلیفہ بلافصل کو بلافصل منوا دیا سوائے اقرار چارہ نہیں ۱ہر

الایمان خمسہ مظہریہ دینیات کی ابتدائی پڑھنے کے بعد اسکا مطالعہ ضروری ہے آئمہ معصومین کا تذکرہ بھی بطور مختصر سوانح عمری کے درج ہے ۱ہر

سراجُ المبین فی تاریخِ امیر المومنین جلدِ اوّل

حضرت امیر خیبر گیر علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی وہ زرین تصنیف جس کے اشتیاق میں ایک عرصہ سے حضرات مومنین باتمکین مضطرب و بے چین تھے خصوصًا ان حضراتِ مومنین کا شوق دید ہمارے لیے ایک تازیانہ کا کام کر رہا تھا۔ اس وقت اتفاق سے ملک میں جس قدر سوانح عمری جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب کی تھیں سب ختم ہو گئیں اور ان ہی کے ضمن میں مندرجۂ بالا کتاب بھی ختم ہو گئی تھی۔ بحمد اللہ دو سال کے بعد چھپ کر تیار ہو گئی ہے۔

باوجود گرانی کاغذ قسم اول سفید ۲۰ پونڈ وزن کا لگایا گیا ہے۔ ضخامت ۴۹۶ صفحات صرف (۵۰۰) جلدیں طبع ہوئی ہیں جن میں سے ڈیڑھ سو جلدوں کی درخواستیں اس وقت تک موصول ہو چکی ہیں بقیہ ساڑھے تین سو جلدیں شائقین مومنین باتمکین کی کثرت کے سامنے کیا حقیقت رکھتی ہیں۔ اس لیے جو حضرات فورًا طلب فرمائیں گے وہ اس جوہرِ بے بہا کو حاصل کر سکتے ہیں ورنہ طباعتِ ثالثہ کا انتظار ہم نہیں کہہ سکتے کہ کب تک پورا ہو گا۔

مصنفہ عالیجناب خان بہادر سید اولاد حیدر صاحب فوق بلگرامی مدظلہ

قیمت صرف چار روپیہ (للعہ) علاوہ محصول ڈاک — منیجر مطبع یوسفی دہلی

وظائف

۸۵۳۶

[illegible]

[illegible]

21/2